

پیارے نبی
صلی اللہ علیہ وسلم

پیاری صاحبزادیں

مصنف
صاحبزادہ مافظ حقانی زیبار صاحب

دارالاشاعت اردو بکاڈار فون ۳۶۳۱۸۶۳ کراچی ۱۴

پیارے نبی
صلی اللہ علیہ وسَّلَوْکی

پیاری صاحزادیاں

مصنف
صاحبزادہ عاذل حقانی نیماں صاحب

کتب اقبال اشاعت

تبلیغی مراجعیت
تبلیغی مراجعیت
تبلیغی مراجعیت
تبلیغی مراجعیت

فون ۲۱۳۸۴۸

بیت اول :
بایتمام : غلیل اشرف عثمانی
طباعت :

مذکور پستہ:

بیت المقدس آن اندیاز اگرچہ مٹ
ادارہ المعارف وارالعلوم کوئی کرپی کا
مکتبہ دارالعلوم درالسلوم کوئی کرپی کا
ادارہ المقدس آن دیوبند بسیکرچہ
ادارہ اسلامیات ۱۹۰۰ ناگر لاهور

نمبر شمار	فہرست عنوانات	صفحہ نمبر
۱	فہرست مضمون	۳
۲	اتساب	۹
۳	منقبت درشان الہ بیت رسول	۴
۴	آیت مع ترجمہ	۱
۵	عرض مولف	۳
۶	غلام حقہ گوش رسول سادا تم	۱۵
۷	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحجزادیوں کا شجوہ طیبہ	۲۰
۸	سیدہ زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا	۲۱
۹	ولادت	۲۲
۱۰	سیدہ زینب کی اپنے اباجان سے محبت	۲۳
۱۱	سیدہ زینب کا نکاح	۲۴
۱۲	نی باشم کا مقاطعہ اور سیدہ زینب کا صبر و استقلال	۲۵
۱۳	حضرت ابوالعاص سے سیدہ خدیجہ کی رشتہ داری	۲۶
۱۴	حضرت ابوالعاص سے حضور کے روابط	۲۷
۱۵	قبول اسلام کے بعد سیدہ زینب کی حضرت ابوالعاص سے ملاقات	۲۸
۱۶	مکہ میں آنائش کا دور	۲۹
۱۷	جنگ بدرا کے قیدی	۳۰
۱۸	حضورؒ کی سیدہ زینب سے محبت اور حضرت خدیجہ کا ہار	۳۱

صفحہ	عنوانات	تقریباً
۳۲	حضرت زینب کی مدینہ آمد	۱۹
۳۲	سیدہ زینب پر مظالم کی وجہ	۲۰
۳۲	حضرت ابوالعاص کا قبول اسلام	۲۱
۳۹	ایک شبہ کا ازالہ	۲۲
۳۹	مبایحات الرسول	۲۳
۳۹	سیدہ زینب کی وفات	۲۴
۴۱	سیدہ زینب کی نماز جائزہ	۲۵
۴۱	سیدہ زینب کی تدفین	۲۶
۴۳	سیدہ زینب کے لئے شہیدہ کا خصوصی لقب	۲۷
۴۳	حضرت ابوالعاص کی وفات	۲۸
	حضرت زینب کی اولاد	۲۹
۴۴	سیدہ زینب کے بیٹے علی ابن ابی العاص کا احوال	۳۰
۴۵	سیدہ زینب کی بیٹی امامہ بنت ابی العاص کا احوال	۳۱
۴۶	سیدہ فاطمہ کی وصیت	۳۲
۴۶	سیدنا ابن الریج کے آخری ایام اور وفات	۳۳
۴۹	سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا	۳۴
۴۹	ولادت	۳۵
۴۹	سیدہ کی پرورش اور تربیت	۳۶
۴۹	قبول اسلام اور بیعت نبوی	۳۷
۴۹	سیدہ رقیہ کا پسلانگاٹ	۳۸
۵۱	ابو الحب کی جانب سے مخالفت کی اتنا	۳۹

صفہ	عنوانات	លبرٹری
۵۷	عقبہ کی جانب سے سیدہ رقیہ کو طلاق	۳۰
۵۸	عقبہ کی ہلاکت	۳۱
۵۹	سیدہ رقیہ کا حضرت عثمان سے نکاح	۳۲
۶۰	حضرت عثمان	۳۳
۶۱	حضرت عثمان کا قبول اسلام	۳۴
۶۲	سیدہ رقیہ و سیدنا عثمان بے مثال ازدواجی جوڑا	۳۵
۶۳	حضرت عثمان کی حضور سے محبت	۳۶
۶۴	ہجرت جشہ	۳۷
۶۵	شاہ جشہ کے دربار میں حضرت جعفر کی تقریر مل پذیر	۳۸
۶۶	سیدہ رقیہ کیلئے نبی کی بے قرار و بے تابی	۳۹
۶۷	جشہ سے مکداہی	۴۰
۶۸	عام المحرمن	۴۱
۶۹	ہجرت مدینہ	۴۲
۷۰	سیدہ رقیہ کی اپنے خاوند کی اطاعت و خدمت گزاری	۴۳
۷۱	سیدہ رقیہ کی بنواری	۴۴
۷۲	سیدہ رقیہ کی وفات	۴۵
۷۳	حضور کو سیدہ رقیہ کی وفات کا صدمہ	۴۶
۷۴	بڑی بسن کی وفات پر چھوٹی بسن کا گریہ	۴۷
۷۵	سیدہ رقیہ کی اولاد	۴۸
۷۶	نواسے کی وفات پر حضور کا صدمہ	۴۹
۷۷	سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا	۵۰

صوبہ/جگہ	عنوان	لہجہ
نمبر	ولادت	نمبر
۷۶	سیدہ ام کلثوم کی پورش اور تربیت	۳
۷۷	سیدہ ام کلثوم اور بیعت نبوی	۴
۷۸	سیدہ ام کلثوم کا پسلانکا	۵
۷۹	حیبہ کی جانب سے سیدہ ام کلثوم کو طلاق	۶
۸۰	الش کی مرضی و منشا	۷
۸۱	شعب الی طالب میں محصور ہونا	۸
۸۲	حضرت ابو طالب کا کرواز	۹
۸۳	مہینہ منورہ کی طرف بھرت	۱۰
۸۴	سیدہ ام کلثوم کا نکاح	۱۱
۸۵	ذوالنورین	۱۲
۸۶	حضرت عثمان کا بلند مرتبہ	۱۳
۸۷	قتل رشک ازدواجی زندگی	۱۴
۸۸	سیدہ ام کلثوم کی وفات	۱۵
۸۹	سیدہ ام کلثوم کی نماز جناہ	۱۶
۹۰	سیدہ ام کلثوم کی تدفین	۱۷
۹۱	سیدہ ام کلثوم کی وفات کا حضور کو صدمہ	۱۸
۹۲	حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کیوں رنجیدہ تھے؟	۱۹
۹۳	سیدہ ام کلثوم کی وفات کا حضرت عثمان کو صدمہ	۲۰
۹۴	اولاد	۲۱
۹۵	سیدہ فاطمہ الزهراء رضی اللہ عنہا	۲۲

صفوفہ	حوزات	نمبر
۸۳	ولادت	۸۳
۸۴	سیدہ فاطمہ الزہرا کے القاب	۸۴
۸۵	سیدہ فاطمہ الزہرا کا پچن	۸۵
۸۶	سیدہ فاطمہ الزہرا کی تربیت	۸۶
۸۷	رسول اللہ کی خدمت	۸۷
۸۸	مہینہ کی طرف بھرت	۸۸
۸۹	سیدہ فاطمہ الزہرا کی شادی	۸۹
۹۰	سیدہ فاطمہ الزہرا کا جیز	۹۰
۹۱	مسلمان خواتین کے لئے سبق	۹۱
۹۲	سیدہ فاطمہ الزہرا کے نکاح کے گواہ	۹۲
۹۳	سیدہ فاطمہ الزہرا کی علگینی	۹۳
۹۴	سیدہ فاطمہ الزہرا کی رخصتی	۹۴
۹۵	سیدہ فاطمہ الزہرا کا گمرا	۹۵
۹۶	غزہ احمد میں سیدہ فاطمہ الزہرا کی شرکت	۹۶
۹۷	سیدہ فاطمہ الزہرا کا ز حدود تقویٰ اور عبادت	۹۷
۹۸	تبیع فاطمہ الزہراء	۹۸
۹۹	حضور کی سیدہ فاطمہ سے نجت	۹۹
۱۰۰	حضور کی سیدہ فاطمہ الزہرا سے گفتگو	۱۰۰
۱۰۱	اولاد سیدہ فاطمہ الزہراء	۱۰۱
۱۰۲	سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ	۱۰۲
۱۰۳	سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ	۱۰۳

صفوفہ	عنوان	جگہ
۹۹	سیدہ زینب بنت سیدہ فاطمہ الزہراء	۱۳۴
۹۹	سیدہ ام کاظم بنت سیدہ فاطمہ الزہراء	۱۳۲
۹۹	سیدہ فاطمہ الزہراء کی اپنی بہنوں سے محبت	۱۲۵
۱۰۱	اللہ کے رسولؐ کی اپنے نواسوں سے محبت	۱۰۶
۱۰۲	سیدہ فاطمہ الزہراء اور سیدنا علیؑ کے باہمی روابط	۱۰۷
۱۰۳	ایک قاتل ذکر نکش	۱۰۸
۱۰۴	سیدہ فاطمہ الزہراء کی علالت	۱۰۹
۱۰۵	سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کی وفات	۱۱۰
۱۰۷	سیدہ فاطمہ الزہراء کا عسل	۱۱۱
۱۰۸	سیدہ فاطمہ الزہراء کی نماز جنازہ	۱۱۲
۱۰۸	سیدہ فاطمہ الزہراء کی مدفین	۱۱۳
۱۰۹	کتابیات	۱۱۴

انساب

ام المؤمنین زوج النبیؐ

حضرت سیدہ طیبہ

خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

کے نام

جنکی بلند ہمتی، علو طبعی، معاملہ فتحی، وفا شعاری اور جذبہ ایثار و قربانی نے
اسلام کی تاریخ تبلیغ و اشاعت میں ایک شاندار باب کا اضافہ کیا

نہایت عقیدت اور احترام کے ساتھ

سیدنا حجی الدین عبد القادر جیلانی

رحمۃ اللہ علیہ (الغوث الاعظم)

المتوفی ۱۴۶۶ھ / ۱۹۴۷ء

غلام حلقة بگوش رسول ساداتم

زصے نجات نمودن حبیب و آیا تم

کفایت است ذروح رسول اولادش

بیشه ورد زیان جملہ مسا تم

زغیر آل نبی حاجتے اگر طلبم

روامدار یکے از ہزار حاجاتم

دلم رعشق محمد پر است و آل مجید

گواہ حال من است ایں ہم حکایاتم

چوں ذرہ ذرہ شود ایں قنہم بے خاک لحد

تو بشنوی صلوات از جمیع ذرا تم

کمینہ خادم خدام خاندان توام

و خادی تو دائم بود مناجاتم

سلام گوئم و صلوات برتو ہر نفسے

قبول کن بہ کرم ایں سلام و صلواتم

پیراںے نبی کی پیاری صاحبویان
 ان المسلمين والمسلمات
 والمؤمنين والمؤمنات
 والقانتن والقانتات
 والصادقين والصادقات
 والصابرین والصابرات
 والخاشعین والخاشعات
 والمتصدقین والمتصدقات
 والصائمین والصائمات
 والحافظین فروجهم والحافظات
 والذاکرین اللہ کثیراً والذاکرات
 اعداللہ لهم مغفرة واجراً عظیماً ○

بے شک
 مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں
 مومن مرد اور مومن عورتیں
 اللہ کے مطیع و فریاد بردار مرد اور اللہ کی مطیع فریاد بردار عورتیں
 حج بولنے والے مرد اور حج بولنے والی عورتیں
 صبر کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں
 اللہ سے ڈرنے والے مرد اور اللہ سے ڈرنے والی عورتیں
 اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے مرد اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والی عورتیں
 روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں
 پاک دامن مرد اور پاک دامن عورتیں

اللہ کو بہت زیادہ یاد کرنے والے مرد اور اللہ کو بہت زیادہ یاد کرنے والی عورتیں
اللہ نے ان میں سے ہر ایک کے لئے مغفرت اور بہت بڑا اجر مسیا کیا ہے۔

فرزند بنی قاسم و ابراهیم است
پس ظاہر و طیب زراہ تعظیم است
با فاطمہ و رقیہ و ام کلثوم ! !
زینب شرار ترا سر تعلیم است
ابونصر فراہی

عرض مولف

تاریخ انسانی کا اگر بغور جائزہ لیا جائے تو اس میں عورتوں کی داستان نہایت دروٹاک ہے۔
چونکہ عورت جسمانی اعتبار سے مرد سے کمزور تھی اسی لئے اس کی شخصیت کو بیشہ پامال کیا جاتا
رہا۔

عرب کے زمانہ جامیت کو دیکھا جائے تو وہاں بھی عورت کی شخصیت کو کچلا گیا اس کی خرید و
فرودخت ہوئی۔

لوگی کی پیدائش کو انہوں نے اپنی ذات تصور کیا۔ لڑکوں کو زندہ دفن کیا۔ وہ لڑکوں کو اپنی
اولاد ہی نہیں سمجھتے تھے، لڑکوں کو ہی اپنی اولاد سمجھتے تھے۔
اسلام ہی وہ واحد نہب ہے جس نے انسانی اندار کو زندہ کیا اور عورت کی کچلی ہوئی شخصیت
کو اور پر اٹھایا۔

عورتوں کے سلسلے میں قوانین وضع کئے گئے۔

اسلام نے دنیا کی تمام عورتوں کو ان کے حقوق دلائے۔ میراث کا سلسلہ ہو۔ تعلیم و تربیت کا
معاملہ ہو۔ ان کی شادی بیاہ کا قصہ ہو۔ غرضیکہ ہر معاملے میں واضح احکام و قوانین موجود ہیں۔
آج کے جدید دور میں جب انسان آسمان کی وسعتوں میں اور زمین کی گمراہیوں میں مصروف
تحقیق ہے۔ یورپ اور دیگر ممالک میں ترقی کے نام پر عورت کی جو تنسل ہو رہی ہے اور وہ
ہاتھوں میں کھلونا بی ہے ہمیں عبرت حاصل کرنی چاہئے۔ اور ان پاک سیرت صحابیات و صالحات کی
سیرت کا مطالعہ کرنا چاہئے جن سے ہماری زندگی میں نور پیدا ہو۔ اور ان کے واقعات ان کی
شخصیت ہماری خواتین کے ذہنوں کو دین کی طرف لانے کے لئے مشغل راہ ثابت ہے۔
اور ہر شخص ان پاک سیرت سے با آسانی آگاہی حاصل کر سکے۔

ذیر نظر کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاجزادیوں سے متعلق چند کتب ملتی ہیں۔
 اس کتاب میں، میں نے حضور علیہ صلواۃ والسلام کی صاجزادیوں کی سیرت پیش کرنے کی
 کوشش کی ہے۔ ہمیں چاہئے کہ ان کے پاکیزہ حالات کو اپنے لئے مشعل راہ بنائیں اور یوں ان
 ہا برکت شخصیات کی برکت سے دنیا و آخرت میں اپنے لئے نجات کا سامان رہیا کریں۔
 اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری اس کاوش کو قبول فرمائے۔

کتب کی فراہمی اور مفید مشوروں کے سلسلے میں، میں جناب علامہ صلاح الدین ثانی کا انتہائی
 ملکور ہوں۔

جناب حافظ محمد ثانی صاحب نے مسودہ پڑھا اور جا بجا اصلاح فرمائی۔ میں ان کا بھی ممنون
 ہوں۔

میں اپنی البتہ کا بطور خاص ملکور ہوں جن کی فرماںش اور تحریک پر یہ کتاب ترتیب دی گئی۔
 اس تیک فرماںش پر اللہ ان کو بھی جزاۓ خیر عطا فرمائے۔
 آخری بات یہ کہ اس کتاب کو نہایت عقیدت اور احترام کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ کسی قسم کی
 کوتاہی کو میری بے بناعثی اور کم علمی پر محول فرمائے۔

نیاز مند

صاجزادہ حافظ حقانی میاں قادری

۱/۳۷۱ ادھید آباد گلبزار

کراچی

پوسٹ کوڈ ۷۳۶۰۰

با سمہ تعالیٰ

غلام حلقة بگوش رسول مساد اتم

جس طرح دین اسلام اپنی تعلیمات کی جامعیت کے لحاظ سے دیگر نہ اہب عالم میں متاز ہے اسی طرح صاحب ملت عظیم، سید المرسلین، رحمت اللہ العالیین، شفیع المعنین، خاتم النبیین، افضل الذکر، خیر البشر، سید العرب والمعجم، محسن دنیاۓ امکان حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی تعلیمات کے نمونہ عمل ہونے کے لحاظ سے دیگر انہیاء و رسول میں متاز و منفرد مقام حاصل ہے۔

یہ پیغبر آخر الہدا، فخر دراں، روح جان بیکار صلی اللہ علیہ وسلم کا مججزہ ہی ہے کہ آپؐ کے علاوہ کسی اور پیغمبر کی زندگی کے چند خاص و اوقات کے سوا ان کی سوانح حیات اور تعلیمات و سیرت محفوظ نہیں۔

فخر موجودات، باعث تخلیق کائنات، معلم مکارم اخلاق صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے بارے میں اتنا کچھ لکھا جا چکا ہے کہ یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ اتنا کسی اور شخصیت کے بارے میں نہیں لکھا گیا۔

چنانچہ آپؐ کی حیات طیبہ کے ایک ایک گوشہ کو سورجیں اور ارباب سیرت دنیاۓ اسلام

کے سامنے پیش کیا۔

جوں جوں زمانہ نے ترقی کی اسی رفتار سے آپؐ کی ذات سریماں کمالات کی اہمیت بڑھتی رہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عهد مبارک سے لے کر عصر حاضر تک آپؐ کی سیرت مطہرہ اور حیات مقدسہ پر ہزاروں کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔

معروف یورپی اسکالرو مشرق پروفیسر گولیو تھے اپنی کتاب "MUHAMMAD" میں جو ۱۹۰۵ء میں "ہیروز آف دی نیشن" کے سلسلہ میں شائع ہوئی اس حقیقت کے اعتراف سے ہاڑ نہ رہ سکے اور ان کی ذکورہ کتاب کے مقدمہ کا ابتدائی جملہ ضرب المثل اور آفاقی حیثیت اختیار کر گیا۔ اپنی کتاب کا آغاز کرتے ہوئے پروفیسر موصوف رقم طراز ہیں!

"محمد کے سوانح نگاروں کا طویل سلسلہ ہے، جس کا ختم ہونا ناممکن ہے اور اس میں جگہ پاٹا
قابلِ عزت و حکم ہے۔"

حقیقت یہ ہے کہ معلم اخلاق صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف و کمالات کا بیان درحقیقت نقوش و الفاظ کے ذریعہ کماخذ ممکن ہی نہیں ہے۔ سیرت طیبہ ایسا بحر بکر اس ہے جسے الفاظ کے بیڑائے میں سونا اور پابند قرطاس کرنا ناممکن ہے۔

حسنِ مح مدھ مصطفیٰ ہے ایک بحر بکر اس کے ساحل تک کوئی شیرس بیاں پہنچا ہی نہیں سیرت نگار چیخ بر اسلامؓ کی سیرت و کردار کو حوالہ قرطاس کرنے کے بعد یہی کہتا ہے!

دوق تام ہوا مح باقی ہے
سفینہ چاہئے اس بحر بکر اس کیلئے

کتب سیرت، تاریخ، رجال، انساب اور تراجم میں شاید ہی کوئی کتاب ہو کہ جس میں مسلم الکتاب صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مطہرہ کے ساتھ بیانات سید الکائنات کی سیرت و حیات کا تذکرہ نہ ملتا ہو۔ لیکن کتب سیرت میں بالعلوم بعنوان "سیرت النبی" ہی کتابوں کو معنوں کیا جاتا ہے۔

جس کی بنا پر ”بہات سید الکائنات“ پر بطور خاص بہت کم کتابیں ملتی ہیں، عربی اور اردو میں محدودے چند کے بہت کم کتابیں پنجبر اسلام کی صاحبزادیوں کی سیرت پر لکھی گئی ہیں جن میں پیشتر تھاں شدہ اور تاریخی اور علمی افادات سے مبرأ نظر آتی ہیں۔

سیرت ”بہات سید الکائنات“ پر محترم حافظ حقانی میاں قادری کی تالیف ”پیارے نبیؐ کی پیاری صاحبزادیاں“ باوجود اختصار کے اس صفت میں ایک اچھا انساف ہے۔

در اصل مکارم اخلاق ہی وہ گورنریاں ہیں جس کی تلاش انسانیت کا مقصود اولین ہے۔ نیک اور پاکیزہ زندگی نیک اور پاکیزہ ہمیں کی سیرت کے مطالعہ اور ان کی تعلیمات و تلقینات پر عمل پیرا ہونے سے ہی حاصل ہو سکتی ہے۔

صلح دل پر تحریر کر لینا چاہئے کہ قابل رشک اور گرامی قدر ”بہات سید الکائنات“ کی سیرت کا مطالعہ کرتے ہوئے ہمیں ان کی حیات قدیسہ کے ان پہلوؤں پر غائز نظر ڈالنی چاہئے جو کائنات انسانیت کے لئے درس عبرت، پرجا ہدایت اور نمونہ عمل بن سکتے ہیں۔

دین دنیا کے تمام شعبوں کے متعلق ان کا شیوه عمل، ان کا طرز اصول، ان کا طریقہ کار، ان کا اعلیٰ اخلاق و ایثار ہماری شاہراہ حیات پر ہدایت کی روشنی کا بینار بن سکتا ہے اور جسے چھوڑ کر ہم اس عالم آب و گل کے کسی گوشہ میں اور عالم بالا کے کسی کونہ میں فلاح کے تمنائی نہیں ہو سکتے۔

شرف و اخلاق ہی ہماری حقیقی اور لا زوال دولت ہے۔ جو قارون کے سمجھ بے شمار اور کارنیکی اور راگ فیلر کے بے اندازہ فزانوں پر خدہ زن ہے۔ اس دولت لا زوال کو رحمت اللعالمین، شفیع المذنبین، خاتم النبیین، معلم اخلاق، فخر دوراں، محبن دنیاۓ امکاں، مرسل مرسلان، سرور عرشیاں، ہادی انس و جاں، باعث کن و نکان، وجہ تخلیق کون و مکان، برجو و سما، شاہد کبیرا، خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری صاحبزادیوں کی سیرت مطہرہ میں تلاش کرنے میں ہمیں کوئی وقیفہ فروگراشت نہیں کرنا چاہئے۔ اس قائل دنیا کی بڑی سے بڑی شے اس تلاش و جستجو کے منبع پر قربان کی جا سکتی ہے۔

جن بہات طاہرات کی سیرت و حیات کو اس کتاب میں بیان کرنے کی سی کی گئی ہے وہ اتنی رفع المزالت ہستیاں تھیں جنہوں نے اپنے دل و دماغ کو انسانی شرافت اور اخلاق و کردار کو پیغمبر اخلاق کی اعلیٰ و ارفع تعلیمات کے قالب میں ڈھال کر بلند ترین معیار کے مطابق بنایا۔

پیارے نبی کی پیاری صاحبزادیاں

فاضل مصنف محترم صاحبزادہ حافظ حقانی میاں قادری کے ذہن رسانے سیرت بہات سد الکائنات ”پیارے نبی کی پیاری صاحبزادیاں“ کی تالیف میں امتیازی اسلوب نگاری کا انداز اپناتے ہوئے اختصار اور جامعیت کے ساتھ اس کتاب میں نبی اکرمؐ کی مقدس صاحبزادیوں کی سیرت مقدسہ کو جمع کیا جو کہ اس نوع کی کتب سابقہ پر ایک اچھا اضافہ اور بہترین ذخیرہ ہے۔ مولف کاظم گفتہ نگار، زبان اور اسلوب بیان دلکش، دل آور، اور عام فہم ہے۔

اس کتاب کے مطالعہ سے مقدس صاحبزادیوں کی سیرت مثل عکس آئینہ ہمارے سامنے آ جاتی ہے۔ یہ فاضل مصنف کی بولقلمی کاشاہی کار اور معینین آل واصحاب رسولؐ کیلئے سرمایہ افقار ہے۔ اس مختصر کتاب میں بعض ایسے علمی اور تاریخی نکات اور واقعات تحریر ہیں جن سے اس نوع کی پیشتر نگارشات تا حال تحریر شدہ نظر آتی ہیں۔ اس حوالے سے مصنف کی یہ کاوش خاصی بصیرت افراد، مختصر، جامع اور خزینہ معلومات ہونے کے ساتھ ساتھ فکر انگیز اور سوانحی حالات پر مشتمل ہے۔

فاضل مولف کی یہ کاوش قابل صد آفرین و ستائش ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ محترم حافظ حقانی میاں قادری کی اس کتاب کو تقبیلت تام اور شریت دوام فرمائے کر اس کاوش کو مصنف کے لئے صدقہ جاریہ بنا دے آئیں۔

نَمِ الصُّوَّةَ صَلَاةً لَا إِنْفَضَاءَ لَهَا عَلَى النَّبِيِّ مَعَ الْأَصْحَابِ وَالرِّفقِ
وَاهْلِ بَيْتِ رَسُولِ اللَّهِ كَلِمَمِ مَلَاحَ بَدْ وَاللَّهُ جَنِّ وَالشَّمْسُ فِي الْأَقْلَاقِ

حافظ محمد ٹانی

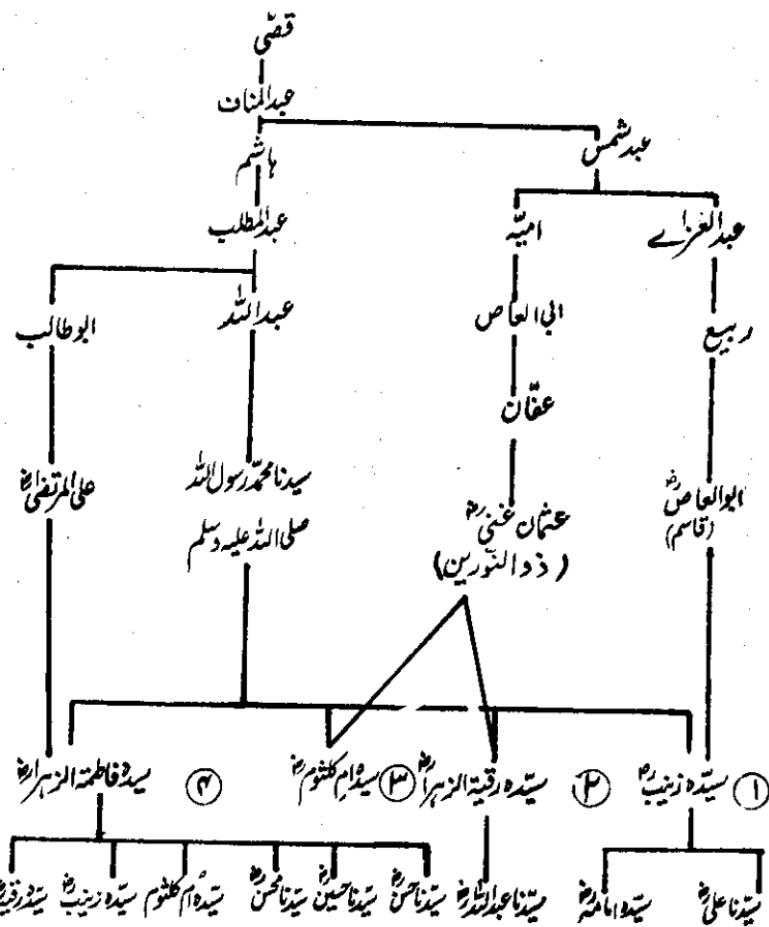
۱۶ شوال ۱۴۳۲ھ ۱۲ اپریل ۱۹۹۳ء

جیئرین اسلامک رائٹرز فورم (پاکستان)

سرج اسکالر شعبۂ اسلامک پنجابونورشی آف سندھ (جامشورو)

آنحضرت ﷺ کی صاحبزادوں کا شجرہ طیبیہ

حضرت محمد مصطفیٰ اصلی اللہ علیہ وسلم کی چاروں صاحبزادیاں حسن بونج کو پھیلیں اور قریشی خاندان کے لئے اور ہاشمی گھرانوں میں بیان ہی لکھیں۔ آپ کے سب اماماً و قرابت داروں میں سے تھے مندرجہ ذیل شجرہ مطہرہ میں آپ کے تینوں اماماً و داروں کے جملوں فسیل کا مرکزی شجرہ طیبیہ سے اتصال ظاہر ہوتا ہے۔



سیده زینب[ؑ]

رضی اللہ تعالیٰ عنہا

محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بعثت سے پندرہ برس قبل سیدہ خدیجہ بنت خویلہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ اس سعادت مند خاتون کے بطن مبارک سے دو بیٹے پیدا ہوئے۔ القاسم۔ عبد اللہ یہ دنوں بچپن ہی میں انتقال کر گئے۔ اور چار بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ سیدہ زینبؓ۔ سیدہ رقیہ۔ سیدہ ام کلثوم اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن

ولادت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحزادیوں میں سب سے بڑی صاحزادی سیدہ زینب رضی اللہ عنہا ہیں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت خدیجۃ الکبریؓ سے نکاح ہوا تو اس کے پانچ سال بعد سیدہ زینبؓ تولد ہوئیں۔ آپؓ کہ مکرمہ میں پیدا ہوئیں۔ جس وقت حضرت زینبؓ پیدا ہوئیں اس وقت آپؓ کے والد ماجد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر تین سال تھی۔

ظهور اسلام کے وقت حضرت زینبؓ کی عمر دس سال تھی جو نبی اعلان نبوت ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تاج نبوت عطا ہوا اس سے پہلے حضرت خدیجۃ الکبریؓ رضی اللہ عنہا نے اسلام قبول کیا۔ ساتھ ہی سیدہ زینبؓ بھی اپنی والدہ ماجدہ کے ساتھ حلقة بگوش اسلام ہوئیں۔

بعض سیرت نگار لکھتے ہیں کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں سب سے بڑی ہیں۔ بعض سیرت نگار لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند ارجمند حضرت قاسم سیدہ زینبؓ سے بڑے تھے تاہم اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اپنی بہنوں، سیدہ ام کلثوم، سیدہ رقیہ اور سیدہ فاطمہ الزہرا رضوان اللہ علیہن سے بڑی تھیں۔ جب آپؓ کی عمر پانچ چھ برس کی ہو گئی تو آپؓ نے گھر کے کام کاچ اور امور خانہ داری میں حصہ لیتا شروع کر دیا۔ اس وقت سیدہ خدیجۃ الکبریؓ رضی اللہ عنہا کی عمر تقریباً ”چھاس برس کی تھی۔ نیک سیرت اور پاکیزہ اخلاق آپؓ کو ورشہ میں ملے تھے۔ اس عملی زندگی نے آپؓ کو بالیغہ اور باشمور بھی بنادیا۔ ساتھ ہی قدرت نے آپؓ کو عقل و فہم کی دولت سے بہرور کیا تھا۔

حضرت زینبؓ نے اپنی والدہ حضرت خدجۃ الکبریٰ کے زیر سایہ پر درش پائی اور تربیت حاصل کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے بے حد محبت فرماتے تھے۔ اور آپ اپنے دالدین کی بہت پیاری اور لادؤلی صاحبزادی تھیں۔

کہا جاتا ہے کہ آپ حس قدر نازد فحوم میں پلی تھیں اس قدر آپ کو کفار کے ظلم و ستم سنتا پڑے۔
حضور علیہ السلام نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا۔

”زینبؓ میری بیٹیوں میں سب سے پیاری بیٹی ہے۔ جو میری محبت میں کافروں کے ہاتھوں سب سے زیادہ ستائی گئی۔

سیدہ زینبؓ کی اپنے اباجان سے محبت

اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اعلان نبوت فرمایا اور لوگوں کو توحید کی دعوت و مطابق شروع کی تو مکہ کی سر زمین سر پا احتجاج بین گئی۔ لوگوں کے ہاتھوں پر ٹکنیں پڑنے لگیں۔ سارا مکہ آپ کی جان کا دشمن ہو گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خلافت میں کفار نے ایذا رسانی اور پریشان کرنے کے تمام حریبے استعمال کرتے۔ آپ جن راستوں سے گزرتے آپ پر آوازیں کسی جاتیں۔ راستوں میں کائٹے بچھائے جاتے۔ لیکن اللہ کا یہ پیغمبر کبھی اپنے منہ سے ان کے لئے بد دعا نہ کرتا۔

ان تکلیف وہ مراحل میں بھی سیدہ زینبؓ اکثر اوقات اپنے والدہ ماجد سید الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہتیں اور اپنی قوت کے مطابق خدمت کے لئے تیار رہتیں۔

ایک مرتبہ مقام منی پر نبی علیہ السلام لوگوں کو دین کی دعوت دے رہے تھے۔ لوگوں کو دین کی طرف پلارہے تھے اور دعوظ و نصیحت فرمائے تھے کہ کچھ شریندوں نے آپ کا نماق ازاں شروع کیا۔ ان میں سے بعض شقی القلب بد بخشوں نے آپ کو پھر رانا شروع کر دیے۔

رحمۃ اللعالمین مقام منی پر پھر کھارہا ہے مگر لوگوں کو دعائیں بھی دے رہا ہے۔ نبی زخموں سے چور

چور ہو جاتے ہیں کہ نیکاں ایک معصوم نو عمر بچی اضطراب کے عالم میں دوڑی ہوتی آتی ہے۔ پریشانی اور بے چینی کی کیفیت یہ ہے کہ گربان چاک ہے دوپٹہ سر سے اترنا ہوا ہے ایک ہاتھ میں پانی کا گلاس ہے دوسرا ہے ہاتھ میں رومال ہے۔ اپنے بابا محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پانی پتاچی ہے۔ رومال سے خون پوچھتی جاتی ہے اور اپنے باباجان کی یہ حالت دیکھ کر روتی جاتی ہے باب کی یہ حالت دیکھ کر بے قراری اور اضطراب کا یہ عالم ہے کہ اس کو اپنے سر اور گربان کا ہوش نہیں۔ لوگوں نے دیکھا تو پوچھایا پہنچی کون ہے جواب ملایہ زینب بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی معصوم بیٹی کو اپنے لئے اس تدریض مذکور دیکھا تو آنکھوں میں آنسو آگئے۔ بیٹی کو سینے سے لگایا اور فرمایا۔

”میری بیٹی! اپنا گربان تو ڈھانپ لے۔ تو اس طرح پریشان کیوں ہوتی ہے۔ اے میری بیٹی! اللہ کے راستے میں اپنے بابا کی ہلاکت کا خوف نہ کر، اللہ تعالیٰ تیرے بابا کا درد گار ہے۔“

ان ناساعد حالات میں اللہ کے دین کی حمایت میں سیدہ زینبؑ کا کوشش رہتا اور اسلام کے فروع میں معاونت کرتا ان کے اعلیٰ معیار، ایثار اور بلند کردار کا نمونہ ہے۔ یقیناً ”اس نے سیدہ زینبؑ کی فضیلت، ایمان اور کردار کے لحاظ سے بلندی اور عظمت میں اس بات کی مقاضی ہے کہ ان کا احترام اور عزت کی جائے۔

سیدہ زینبؑ کا نکاح

سیدہ زینبؑ کی خالہ اور حضرت خدیجہ کی ٹگی بیٹی جن کا نام ہالہ بنت خویلد تھا ان کے بڑے بڑے کا نام ابوالعاصؓ تھا۔ یہ بڑے بیک، ملیم الفطرت اور بیک سیرت تھے۔ حضرت ہالہ نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ سے حضرت زینبؑ کے رشتہ کی بات کی۔ بلکہ اس پر اصرار بھی کیا۔

ابوالعاصؓ بن ریبع ایک بڑے تاجر تھے۔ ان کی تجارت کمہ سے شام اور عراق سے میں تک پھیلی

ہوئی تھی۔ یہ نہایت پچھے اور امانت دار تاجر تھے۔

اہل تجارت حضرات کے معاملات کو نہانے میں وہ ذکی اور ضرب المثل تھے۔ مکہ کے بڑے بڑے تاجر تجارت کے معاملات میں ان کے ساتھ معاہدے کرتے اور اپنے مال و اسہاب کے سلسلہ میں ان پر بھرپور اعتماد کرتے۔ ان خوبیوں کے باعث ان کو تاجر برادری میں برا امتام اور احترام حاصل تھا ان کا نہایت و سینج کار دوبار تھا۔ ان کی امانت و دیانت بھی مشور تھی۔ اسی لئے یہ الائیں کے لقب سے مشور تھے۔ ابوالعاص بن ریح کی خالہ سیدہ خدیجہ ان کی خوبیوں سے خوف و اتفاق تھیں۔ اور وہ اپنے اس بھائیج کو بہت ہی محبت اور پیار سے نوازتی تھیں۔

حضرت ابوالعاص بن ریح جب بھی کسی طویل تجارتی سفر سے واپس آتے تو اپنی خالہ محمد مسیح کے گھر حاضری دیتے۔ سفر کی روادارستا تھے۔ تجارت کا احوال بتاتے۔ ان کی خالہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ بھی اپنی آنکھی اور حسن تدیر سے ابوالعاص کی مدد کرتیں۔ اور عملی زندگی کی مشکلات پر قابو پانے کے لئے ان کو مشوروں سے سرفراز فرماتیں بلکہ "عملاء" مدد بھی کرتیں۔

محمد کرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے گھر میں اس صلح نوجوان کو خوش آمدید کرتے اور محبت و احترام اور شفقت سے نوازتے۔

آخر محمد کرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کیوں نہ کرتے کیوں کہ ابوالعاص بن الریح محمد بن عبد اللہ کے لئے اپنی نہ تھے دونوں قبیشی الاصل تھے۔ حسب و نسب کے اعتبار سے کرم و شریف اور چند پشوتوں کے بعد اپنے دادا قصی پر جا کر دونوں کا شجوہ و نسب مل جاتا تھا۔

ابوالعاص بن الریح ایک بادشاہ اور شریملے نوجوان تھے گوکہ۔ رپور جوانی اور مردانہ وجہت سے سرشار تھے لیکن شرقاء کی اولاد کی طرح حیادار بھی کمال درجہ کے تھے، بیماری کا یہ عالم تھا کہ اہل عرب سے شیر جاز کا خطاب حاصل کیا۔

ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر نادر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے باہمی مشورہ کر کے اس نکاح کی منظوری دے دی کیونکہ رسالت ماب صلی اللہ علیہ

وسلم کسی معاملہ میں بھی خالقت نہیں فراتے تھے بلکہ ان کی رائے کو تسلیم کرتے تھے کیونکہ سیدہ خدیجۃ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف رفیقتہ حیات ہی نہ تھیں بلکہ موئیں و غم خوار اور دین کے معاملہ میں معاون و مددگار بھی تھیں۔ تو اس تجویز پر سیدہ زینبؑ کا نکاح حضرت ابوالعاصؑ سے کر دیا۔ خطبہ نکاح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پڑھا۔ حضرت خدیجۃ نے اپنی بڑی اور بیماری بیٹی کو جیز دیا۔

ابوالعاص بن الربيع نے ایک بڑی رقم سیدہ زینبؑ کے گھر کے لئے پیش کی۔ اس دور کے رواج کے مطابق اور شرعاً کے طریق کے موافق اور خالہ نے قیمتی لباس اور عطربات وغیرہ کا اہتمام کیا تاکہ شادی کا نظم ہو سکے۔ بعد ازاں سیدہ کی اپنے خالہ زاد کے ساتھ رخصتی ہوئی۔ یہ فریقین کے لئے بہت ہی خوشی اور مرست کا موقع تھا۔

سیدہ کے جیز میں عقیق کا ایک قیمتی یمنی ہار تھا۔ جس کو حضرت زینبؑ اپنی والدہ کی انمول ثانی سمجھ کر نہایت عزیز رکھتی تھیں گویا یہ ماں کا مقدس ہدیہ تھا۔

بنی ہاشم کا مقاطعہ اور سیدہ زینبؑ کا صبر و استقلال

جیش سے قریش کے سفر ناکام واپس لوٹے۔ قریش غصہ میں آپ سے باہر ہو گئے کیونکہ قریش کی تمام تر خالقوں کے باوجود اسلام کا نور ہر طرف پھیل رہا تھا۔ آخر کار یہ فیصلہ ہوا کہ آپ کو اور آپ کے خاندان کو محصور کر کے کسی جگہ قید کر دیا جائے۔ چنانچہ طے یہ پایا کہ نہ کوئی شخص بنی ہاشم سے رابطہ رکھے۔ نہ میل ملاپ رکھے نہ رشتے ناطے کرے نہ کھانے پینے کا سامان دے اور نہ ہی خرید و فروخت کرے۔ چنانچہ یہ معابدہ لکھ کر کعبہ کے دروازے پر لٹکا دیا گیا۔

ابو طالب اپنے خاندان کو لے کر شعب الی طالب میں چلے گئے۔

ان محصورین میں ام المؤمنین سیدہ خدیجۃ اور آپ کی صاحزادیاں سیدہ زینبؑ سیدہ رقیۃؓ سیدہ ام کلثومؓ اور سیدہ فاطمہؓ بھی تھیں۔

چونکہ قریش نے کھانے پینے کا سامان لے جانے کی بھی بندش کر رکھی تھی۔ اس لئے یہ محصور خاندان درختوں کے پتے کھا کر گزرا رہا تھا۔

پنج بھوک سے بلک کروتے تھے۔ ان پچوں میں سیدہ زینبؓ رضی اللہ عنہا بھی تھیں جو خود بھی تسلیم و رضا اور صبر و شکر کا پیکر تھیں۔

خود بھی صابر و شاکر رہتیں اور اپنی چھوٹی بہنوں کو بھی صبر و رضا کی تلقین کرتی تھیں۔

بعض اوقات ابوالعاصؓ محصور خاندان کے لئے چوری چھپے کچھ کھانے پینے کی اشیاء پہنچانیتے تھے جس پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوالعاصؓ کو خراج عسین پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ ”ابوالعاصؓ نے ہماری دامادی کا حق ادا کر دیا۔“ آخر کار تین سال کی قید و بند کی صعوبتوں کے بعد اس خاندان کو بونا شم کے مصاہب سے نجات ملی اور یہ خاندان شعب الی طالب سے نکل آیا۔

حضرت ابوالعاصؓ سے سیدہ خدیجہ کی رشتہ داری

ابوالعاصؓ حضرت خدیجہ کے سے بھائی تھیں۔ ان کی والدہ ہالہ بنت خویلد ہے جو حضرت خدیجہ کی بھی بنت ہیں اور سیدہ خدیجہ حضرت ابوالعاصؓ کی خالہ ہیں۔ حضرت خدیجہ اپنے بھائی اور داماد ابوالعاصؓ کو بہت محبوب رکھتی تھیں۔ اس کی وجہ ان کی نیک سیرت طبیعت اور ان کی صاحزادی سیدہ زینبؓ رضی اللہ عنہا کے ساتھ حضرت ابوالعاصؓ کا حسن سلوک ہے۔

حضرت ابوالعاصؓ کے لئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر قبلہ کا درجہ رکھتا تھا۔

حضرت ابوالعاصؓ سے حضورؐ کے روایات

باد جو دس کے کہ حضرت ابوالعاصؓ ابتدائی دور میں اسلام نہیں لائے تھے اور انہوں نے جنگ بدر کے بعد اسلام قبول کیا تھا لیکن اس کے باد جو حضرت ابوالعاصؓ انتہائی سعادت مند، بردار، طیم

الطبع اور نیک سیرت تھے۔

انہوں نے سیدہ زینبؓ کو کبھی تکلیف نہ دی۔ اور نہ ہی ان کے مذہبی معاملات میں مداخلت کی کیونکہ سیدہ امیان لاچکی تھیں۔ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوالعاصؓ کو اپنا ہمدرد اور انہیں سمجھتے تھے۔

کئی مرتبہ سردار ان قریش نے حضرت ابوالعاصؓ اور سیدہ زینبؓ کے رشتہ کو ختم کرنے کی کوشش کی اور ان سے کہا کہ وہ زینبؓ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو طلاق دے دیں اور اس کے بجائے وہ قریش کی جس خاتوا سے کہیں گے ان کا کاچ کر دیا جائے گا۔

جب قوم نے طلاق پر بے حد اصرار کیا تو ایک مرتبہ حضرت ابوالعاصؓ نے فرمایا۔

— واللہ اذن لا افارق صاحبتي

ترجمہ: خدا کی قسم میں اپنی بیوی یعنی حضرت زینبؓ سے کبھی جدا نہیں ہو سکتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے اس کی شکرگزاری اور قدروانی کو عمده الفاظ کے ساتھ سراہا۔ اور حضرت ابوالعاصؓ کے حق میں دعا فرمائی اور کہا۔

”ابوالعاص“ ایک انصاف پند شخص ہے اور میرا بست اچھا راماد ہے۔“

قبول اسلام کے بعد سیدہ زینبؓ کی حضرت ابوالعاصؓ سے ملاقات

جب اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت و رسالت سے سرفراز کیا اور آپ پر وحی نازل ہوئی تو حضرت زینبؓ ”فوراً“ دائرہ اسلام میں آگئیں۔ ابوالعاصؓ ایک تجارتی سفر کے سلسلہ میں کہہ سے باہر گئے ہوئے تھے انہوں نے دوران سفری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بارے میں خبریں سن لی تھیں۔ جب گھروپس پہنچے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کی زبانی ان خبروں کی تقدیق ہو گئی۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں بھی اسلام قبول کر چکی ہوں تو وہ مجھے میں پڑ گئے اور سیدہ زینبؓ سے پوچھا کہ ”اے زینب! کیا تم نے یہ بھی نہ سوچا کہ اگر میں تمہارے

ہبائ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لایا تو پھر کیا ہو گا۔ ”بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا میں اپنے صادق اور امین بابا کو کیسے جھٹا سکتی ہوں۔ خدا کی قسم! وہ سچے ہیں اور ان پر آپ کی خالہ، میری ماں، میری بہنیں، حضرت علیؓ، حضرت ابو بکرؓ، حضرت عثمانؓ، زینب بن عوامؓ بھی تو ایمان لے آئے ہیں میں یہ سوچ بھی نہیں سکتی کہ تم میرے بابا جان کو جھٹاؤ گے اور ان کی نبوت پر ایمان نہیں لاوے گے۔

ابوالعاصؓ نے کہا۔ اے جبید! مجھے تمہارے بابا جان پر کوئی تک دشہ نہیں ہے اور نہ میں ان کو جھٹاتا ہوں، مجھے تو اس سے زیادہ کوئی اور چیز عزیز ہی نہیں کہ میں تمہارے ساتھ تمہارے طریقے پر چلوں۔ لیکن میں اس بات سے گھبرا ہوں کہ لوگ مجھ کو الزام دیں گے اور کہیں گے کہ میں نے اپنی بیوی کی خاطر اپنے اجداد کے دین کو چھوڑ دیا ہے۔

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا نے کہا کہ ”میری تمنا تو یہ ہے کہ تم بھی عثمان بن عفان، زینب بن عوام، اور دیگر صحابہ کی طرح سبقت کر کے اسلام میں داخل ہو جاؤ۔

مکہ میں آزمائش کا دور

اہل مکہ نے جب مسلمانوں کو حج کرنا شروع کیا اور مسلمانوں پر عرصہ حیات تک کیا جانے کا تو اللہ کے پیارے پیغمبر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف بھرت کا قصد کیا۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ابوالعاصؓ پر پورا اعتماد تھا۔ اس لئے جب حضور نے مدینہ کی جانب بھرت فرمائی تو اپنی پیاری بیٹی حضرت زینبؓ کو حضرت ابوالعاصؓ کے پاس مکہ ہی میں رہنے دیا۔

پیاری بیٹی سیدہ زینبؓ نے اپنے بابا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو آہوں اور سکیوں میں رخصت کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روائی کے وقت سیدہ کو دلاسا دیا۔ حضرت ابوالعاصؓ نے بھی حضرت زینبؓ کی دل جوئی میں کوئی کسر نہ چھوڑی اور کسی وقت بھی سیدہ کو اوس ہونے نہ

اسی وجہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت ابوالعاصؓ کا اکثر ذکر خیر فرماتے تھے۔
سنن ابن ماجہ میں ہے۔

”فَتَمَّيَّقَ دَكْحَتُ أَبِيهِ الْعَاصِ بْنِ الرَّبِيعِ فَعَدَثَنِي وَلَصَدَقَنِي“
میں نے اپنی بیٹی ابوالعاصؓ بن ربیع کے نکاح میں دی اس نے جو قول میرے ساتھ کیا اسے پورا
کر دکھایا۔“

اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں حضرت ابوالعاصؓ کی
کتنی قدر و منزلت تھی۔

قریش کے ایڈی چوٹی کا زور لگایا کہ ابوالعاصؓ زینب بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو طلاق دے
دیں اور ابوالعاصؓ سے یہ بھی کہا کہ تم قریش کی جس لوکی کو پسند کرو ہم اس کا نکاح تم سے کر دیتے
ہیں مگر زینبؓ کو طلاق دے دو۔ ابوالعاصؓ نے صاف انکار کر دیا اور کسی قسم کی دھمکی اور لالج سے
مرعوب نہیں ہوئے۔ اور کہا کہ خدا کی قسم! زینبؓ کے بدلتے میں مجھے قریش کی کسی لوکی کی
 ضرورت نہیں۔ میں زینبؓ کو اپنے سے جدا نہیں کر سکتا۔

جنگ بدر کے قیدی

کفر و اسلام کا پلا مرکز جنگ بدر ہے۔ اس معرکہ میں اللہ تعالیٰ نے کفار کو عبرت ہاں لکھتے
اور مسلمانوں کو شان دار فتح بخشی۔ کفار کے شدید دباؤ سے مجبور ہو کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ
 وسلم کے داماد حضرت ابوالعاصؓ بھی باطل خواستہ اس جنگ میں شریک ہوئے اگرچہ ان کی یہ
 شرکت بھی برائے نام تھی۔ وہ حضرت ابن حیران انصاری کے ہاتھوں اسیر ہوئے قیدیوں کے معاملہ
 پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے درمیان باہم مشورہ سے
 یہ طے پایا کہ جو کوئی بھی فدیہ ادا کرے گا اس کو رہا کر دیا جائے گا۔

حضورؐ کی سیدہ زینبؓ سے محبت اور حضرت خدیجہ کا ہمار

اہل کہنے اپنے قیدیوں کا فدیہ ادا کروایا اور اپنے قیدی چھڑا کر لے گئے۔ حضرت ابوالعاصؓ نے اپنی بیوی سیدہ زینبؓ بنت محمدؐ کو خط لکھا کہ اے زینبؓ! میں تمہارے ایجاداں کی قید میں ہوں۔ اس لئے رقم کا بندوبست کرو تاکہ اس کو فدیہ کے طور پر ادا کر کے قید سے رہائی حاصل کر کے میں تمہارے پاس پہنچ جاؤ۔

سیدہ زینبؓ نے وہ فتحیتی یہنی ہار جوانؓ کی والدہ محترمہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے جیز میں دیوا تھا۔ اپنے دیور عمر بن ربع کے ہاتھوں محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج دیا تاکہ فدیہ کے طور پر ہار پیش کر کے حضرت ابوالعاصؓ کو قید سے رہائی لے جائے۔

رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کی نظریں ہار پر پڑیں تو آپ پر بلا اختیار رفت طاری ہو گئی۔ آنکھوں سے آنسو بہ کر دامن مبارک میں جذب ہو گئے۔ پیغمبر کو اپنی زوجہ محترمہ سیدہ خدیجہ اور پیاری بیٹی سیدہ زینبؓ کی یاد آگئی۔ گزرے ہوئے لمحات و واقعات آنکھوں کے سامنے آنے لگے۔ اہل مجلس کی آنکھیں بھی پر نہ ہو گئیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم السکون کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا۔ اے لوگو! میری بیٹی میری پیاری بیٹی نے اپنے شوہر اور میرے داماد ابوالعاصؓ کو قید سے چھڑانے کے لئے اپنی ماں سیدہ خدیجہ کی آخری نشانی یہ ہار تمہارے پاس بطور فدیہ بھیج دی ہے۔ اگر تم لوگ رمضانہ ہو جاؤ تو اس کی ماں کی یہ آخری نشانی اس کو واپس کر دوں۔ نبیؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ باعث تخلیق کائنات رو رہا ہے۔ صحابہ کرام نے بیک آواز ہو کر کہا۔ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! ہم سیدہ کا یہ ہار واپس کرتے ہیں۔ اور حضرت ابوالعاصؓ کو بھی قید سے رہائی دیتے ہیں۔ نبیؐ کی مسادات پر قربان جائیے کہ جنگ جیت کر پیشے ہیں۔ مسلمانوں کی جان و مال کے عتار ہیں کون تھا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضے پر سرتالی کرتا۔ یا اہل میں گرانی یا بار لاتا۔

لیکن نبی نے خود فیصلہ نہیں کیا صحابہ سے مشورہ کیا ان سے اجازت طلب کی۔ سب کی منظوری کے بعد آپ نے حضرت ابوالعاص میں کو رہا کر دیا اور ہار بھی واپس دے دیا اور فرمایا اے ابوالعاص کمک مردہ جا کر میری بیٹی زینب کو میرے پاس مدینہ بھیج دینا۔ بیٹی سے جدائی کے لیام بہت طویل ہو چکے ہیں۔ اور دل سیدہ کے ملنے کو بہت بے چین ہے۔

ابوالعاص بن الربيع کے پیچے۔ وہ غم والم کی تصویر بنتے ہوئے تھے۔ پھوں کو پار کیا گلے لگایا گو دیں لیا۔ سیدہ زینب نے پوچھا۔ ”اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا۔ ابوالعاص نے جواب دیا۔ ”ایک شریف اور کریم انسان جو کرتا ہے وہی سلوک اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ کیا ہے۔“

سیدہ نے کہا ”اس کے باوجود آپ اپنے آباء و اجداد کے دین پر رہیں گے۔“

ابوالعاص نے کچھ نہ کہا۔ ”نگاہیں زمین پر جھک گئیں۔ چہرے پر شرمندگی نپک رہی تھی۔“

ابوالعاص ایک کش تستر میں جلا ہیں۔ الہیہ اور پھوں کی محبت ساتھ ہی رسول محترم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن سلوک سے دین کی طرف رغبت۔ بس دل میں فیصلہ کر چکے ہیں کہ کیا کرنا ہے۔

حضرت زینبؓ کی مدینہ آمد

حضرت ابوالعاص نے مکہ واپس آکر سیدہ زینبؓ کو مدینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیج دیا اور خود تجارت کے لئے تشریف لئے گئے۔

سیدہ زینبؓ نے اپنے دیور کنانہ بن ریح کے ساتھ مدینہ آنے کی تیاری شروع کروی۔

حضرت زینبؓ اونٹ پر سوار ہو گئیں۔ کنانہ نے تیر کمان ساتھ لے لئے۔ کنانہ اونٹ کی رسی پکڑے آگے جل رہا تھا۔ اور سواری کو لئے چلا جا رہا تھا۔

حضرت زینبؓ کجا وہ پر تشریف رکھتی تھیں کہ اسی دوران اہل مکہ کو اس کی خبر ہو گئی کہ زینبؓ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ جا رہی ہیں۔ وہ کا وقت تھا اور وادی ذی طوی کا مقام تھا کہ کفار کا ایک

گروہ مزاحمت کے لئے بچنگیا۔ اور اونٹ کا راست روک لیا۔ ان میں ہمارے بن اسود بھی تھا جو رشتہ میں حضرت خدیجہ کا پچاڑا دبھائی اور حضرت زینبؓ کا ماں بھی تھا۔ لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی میں اس نے قربات داری کا لحاظ بھی نہ کیا۔ اس کے ساتھ ایک اور شخص ہشام بھی تھا۔ انہوں نے حضرت زینبؓ کو واپس مکہ جانے کو کہا۔ سیدہ زینبؓ تو اپنے والد محترم سے ملنے کے لئے تاب تھیں۔ انہوں نے واپس مکہ جانے سے انکار کیا۔

کفار و راصل سیدہ زینبؓ کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی پابندی لگا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف اور ازیز دینا چاہتے تھے کیونکہ ان کو معلوم تھا کہ محمد کرمؐ اپنی پیاری بیٹی سے ملنے کو ترتب رہے ہیں لہذا سیدہ کو مکہ میں روک کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مزید تکلیف پہنچانی جائے۔

بار بار منع کرنے کے باوجود جب سیدہ زینبؓ نے مردہ جانے پر اصرار کیا تو ہمارے حضرت زینبؓ کو پھر سخنچ کر مارا جو کہ سیدہ زینبؓ کے جسم میں پوسٹ ہو گیا۔ سیدہ زینبؓ زخمی ہو کر اونٹ سے یچھے گر گئیں۔ ہشام نے چاہا کہ سیدہ کو قتل کر دے وہ خیبر لے کر قتل کے ارادے سے آگے بڑھا کہ بت رسول کو قتل کرنے مگر اسی اثناء میں کنانہ پوزیشن سنگال کر سامنے آیا۔ اور مقابلہ کے لئے تیار ہو گیا۔ اور یہ لوگ بھاگ کھڑے ہوئے۔

ایک سورخ نے لکھا ہے کہ حضرت زینبؓ کو ہمارے سواری پر سے گرا دیا۔ آپ امید سے تھیں۔ آپ چنان پر گر گئیں۔ سخت چوت آنے سے خون جاری ہو گیا۔ اور سیدہ زینبؓ ہو گئیں۔ اور یہ سفر کچھ عرصہ کے لئے ملتوي ہو گیا۔ رفتہ رفتہ افقہ ہونا شروع ہو گیا۔ چند دنوں بعد کنانہ دوبارہ سیدہ کو لے کر مردہ کے لئے روانہ ہوئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی آمد کی اطلاع دی جائیگی تھی۔ ایک مقام پر کنانہ نے سیدہ زینبؓ کو حضرت زید کی محافظت میں دے دیا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم خود مقام بطن میں حضرت زینبؓ کے استقبال کے لئے کھڑے تھے۔

حضرت زید جب سیدہ زینبؓ کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اپنی

لخت جگر کی حالت دیکھ کر ضبط نہ کر سکے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اتنا روئے کہ چکیاں بندھ گئیں۔ ہائے! ہائے! اللہ کا رسول، سیدہ زینبؑ کا بابا رورہا ہے۔ سیدہ کفار کے مظالم کا ذکر کر رہی ہیں۔

آج تاحدار دو عالم اپنی لخت جگر پر مظالم کے نشانات اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا اس کا دل خون کے آنسو رورہا تھا۔ اگر پیارا پیغمبر کفار کے حق میں بددعا کر دیتا تو وہ نیست و نابود ہو جاتے۔ مگر سلام ہے اس رحمت اللعالمین پر کہ جس نے اس حالت میں بھی قوم کی ہدایت کی دعا کی۔ صلی اللہ علیہ وبارک و سلم۔

ایک روایت میں ہے کہ ہمارا اور اس کے ساتھیوں نے سیدہ زینبؑ کو زخمی کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دی۔ تو تمام تصریح کے باوجود اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارا اور اس کے ساتھی کو جلانے کا حکم دیا مگر دوسرے دن آپؐ نے فرمایا کہ آگ کا عذاب رہنا تو اللہ تبارک و تعالیٰ کا حق ہے۔ اس لئے اگر تم ان پر قابو پالو تو ان کو قتل کر دیا۔

سیدہ زینبؑ پر مظالم کی وجہ

سیدہ زینبؑ رضی اللہ عنہا پر یہ مظالم کیوں ڈھانے گے اور انہوں نے یہ مصائب کیوں برداشت کئے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ سیدہ نے یہ مظالم اسلام کی خاطر برداشت کئے اور ان پر مصائب کے پہاڑ صرف اس وجہ سے توڑے گئے کہ وہ زینبؑ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تھیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صائزداری ہونے کے باعث ان کو جان گسل مشکلات و مصائب اور تنکالیف کا سامنا کرنا پڑا۔ بھرت کرتے ہوئے ان کا راستہ روکنا ان پر تشدیز کرنا، سواری سے گرانا، تیر سے زخمی کرنا یہ سب صرف اس لئے تھا کہ وہ محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صائزداری تھیں و گرنہ اس کے علاوہ تو سیدہ کا کوئی قصور ہی نہ تھا۔ سیدہ زینبؑ جب اپنے بابا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچیں اور ان کو تمام واقعات سے آگاہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیاری

صاحبزادی کے بارے میں ارشاد فرمایا۔

”ہی خبر بناتی اصیبت فی هی الفضل بناتی اصیبت فی“

”میری بیٹوں میں زینب سب سے افضل ہے جو میری وجہ سے اس طرح تائی گئی۔“

(یہاں ایک خاص لکھ ہے اس کا سمجھنا بھی بے حد ضوری ہے۔)

سیدہ زینبؑ کی یہ فضیلت جو رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی یہ تحمل، مناصب اور تکالیف کے برداشت کرنے کے پیش نظر ہے اور سیدہ فاطمہ الزہراؑ کی فضیلت عظیٰ جو زبان نبوت سے ثابت ہے وہ سیادت کے بارے میں ہے۔)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت زینبؑ کی مظلومیت پر اتنا قلق ہوا کہ آپ نے اعلان فرمادیا کہ لوگوں میری بیٹی زینبؑ کو تکلیف پہنچانے والا ہمار جہاں کسیں مل جائے اسے آگ میں زندہ جلا دو اگلے روز اللہ تعالیٰ نے بذریعہ وحی فرمایا کہ اے نبی آگ کا عذاب میرے سوا کوئی اور نہیں دے سکتا۔

فعل کے بعد ہمار چھپتا پھر تارہ پالا خراس کو جائے پناہ مل گئی۔ وہ جائے پناہ سرکار مدینہ منورہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن تھا۔ سرکار دو عالم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دوز انوں بیٹھ گیا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گناہ گار ہوں قصور وار ہوں، اپنے سابقہ جرائم اور معاصی پر مذکرت و معافی چاہتا ہوں اپنی جماليوں کا اقرار کرتا ہوں۔ مسلمان ہونے کے لئے حاضر ہوا ہوں آپ جو سلوک کرنا چاہیں میں اس کا سزاوار ہوں۔

باوجود یہ کھنور کے سید پر اس صدمہ کا اثر تھا لیکن یعنی کے گردے زخم اس شخص کے مسلمان ہونے سے یک دم مندل ہو گئے۔

جات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

”لقد غفت عنك وقد أحسن إليك حين هداك إلى الإسلام والاسلام بحسب ما قبله“

”میں نے تجھ کو معاف کر دیا اللہ تیرے ساتھ اچھا معاملہ کرے۔ اس وجہ سے کہ اس نے تجھے

اسلام کی ہدایت دی ہے اور اسلام سابقہ گناہوں کو معاف کروتا ہے۔“

یہ بلند سیرت اور اعلیٰ اخلاق کا کامل نمونہ ہے۔

حضرت ابوالعاص مکا قبول اسلام

قریش کے افراد تجارت کے سلسلہ میں زیادہ تر شام کی طرف سفر کرتے تھے اسی طرح ایک تجارتی
قافلہ شام کی جانب روانہ ہوا۔ اس قافلہ میں حضرت ابوالعاصؑ بھی شامل تھے۔ جو بفرض تجارت
شام جاری ہے تھے۔ جب قافلہ واپس ہوا تو راست میں اس قافلہ کی مسلمانوں سے ٹھیک ہو گئی۔
مسلمانوں کے قائد حضرت زید تھے۔ بہت سے افراد گرفتار ہوئے۔ حضرت ابوالعاصؑ نے ٹھیک
سے گرفتار کیا۔ اور گرفتار کرنے والے قاولد کے مدینہ پہنچنے سے پہلے ہی وہاں پہنچ گئے اور کسی طرح
سیدہ زینبؓ کے پاس ان کے گھر پہنچ گئے۔ اور ان سے پناہ طلب کی۔ سیدہ نے ان کو پناہ دے دی۔
باتی قاولد والے بعد میں مدینہ پہنچے۔ مسلمانوں کو اس کا علم نہ تھا اور نہ ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ
 وسلم کے علم میں یہ بات تھی کہ حضرت ابوالعاصؑ نہ صرف مدینہ میں ہیں بلکہ ان کے گھر پہنچ چکے
 ہیں۔

صحیح فجر کی نماز نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پڑھائی۔ سلام پھیرنے کے بعد عورتوں کی صفوں میں سیدہ
زینبؓ نے رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا۔ اور کہا کہ بابا! ابوالعاصؑ میری پناہ میں ہیں اور
میں نے ان کو پناہ دے دی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر بہت حیران ہوئے (واضح رہے
کہ یہ وہ زمانہ تھا جب عورتوں کے لئے گھر میں نماز ادا کرنے کا حکم نہیں آیا تھا) صحابہ کرام نماز
کے بعد تسبیح و تہلیل اور تلاوت میں مصروف تھے۔ آپ صحابہ کرامؓ کی جانب متوجہ ہوئے اور
صحابہ کرامؓ سے فرمایا۔

”اس خدائے وحدہ لا شریک کی قسم جس کے قبضہ تدریت میں میری جان ہے۔ زینبؓ نے ابھی مجھ
کو بتایا ہے کہ ابوالعاصؑ اس کی پناہ میں ہیں۔ زینبؓ کے بتانے سے پہلے یہ بات میرے علم میں نہ
تھی۔“ پھر صحابہ کرامؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ”میں نے جو کچھ کہا وہ تم نے سن لیا۔“ انہوں نے

عرض کیا۔ ”جی ہاں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے سن لیا۔“

اس کے بعد مزید فرمایا کہ ”کہ مسلمانوں کا ادنیٰ شخص بھی جب کسی کو پناہ دے دیتا ہے تو اس کی پناہ منظور کی جاتی ہے اور اس کا پناہ دینا درست ہوتا ہے لہذا زینبؓ کا ابوالعاصؓ کو پناہ دینا صحیح قرار دیا جاتا ہے۔ مسلمان اس بات کو ملحوظ رکھیں۔“

اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینبؓ سے فرمایا کہ۔ ”ابوالعاصؓ کی اچھی طرح خاطر تواضع کرنا۔ ان کی عزت میں کسی قسم کی کمی نہ رہنے دینا اور ازدواجی تعلقات سے پرہیز کرنا۔“

حضرت زینبؓ نے عرض کیا بیبا جان مسلمانوں کے پاس جو ابوالعاصؓ کا مال و اسباب ہے وہ ان کو واپس دلایا جائے۔ کیونکہ اس سامان میں ان کے اپنے مال و اسباب کے علاوہ کمکے لوگوں کی امانتی بھی ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس مسئلہ پر صحابہ کرامؓ سے گفتگو کروں گا پھر ہی کوئی فیصلہ ہو سکتا ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ معاملہ صحابہ کرام کے سپرد کر دیا۔
حضورؐ نے فرمایا

”تمہیں معلوم ہے کہ ابن الریع ہمارا قریبی عزیز ہے۔ میری بڑی بیٹی اس کی بیوی ہے۔ گو کہ اسلام نے ان میں تفریق ڈال دی ہے تاہم سابقہ تعلق تو ہے۔ اگر تم پسند کرو تو اسے آزاد کر دو اور اس کا مال لوٹا دو لیکن اگر یہ بات پسند نہ ہو تو کوئی دباؤ نہیں مال اور اسباب پر تمہارا حق ہے۔“

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ طیحم انہیں نے باتفاق یہ فیصلہ صادر کر دیا کہ ابوالعاصؓ کا مال و اسباب ان کو واپس کر دیا جائے۔ سو ان کا مال و اسباب ان کو واپس کر دیا گیا اور ان کو نمائیت احترام سے کمکے جانے کے لئے رخصت کیا۔ کمک پہنچ کر ابوالعاصؓ نے لوگوں کی امانتی اور اموال ان کے سپرد کیں اور ان سے دریافت کیا کہ کیا میں نے تمہاری امانتیں تم کو واپس کر دی ہیں؟ سب نے باتفاق کہا جی ہاں۔ آپ نے تمام امانتیں ادا کر دی ہیں۔ اب ہمارا کوئی مال و اسباب یا

امانت آپ کے پاس نہیں۔ ہم نے آپ کو نہایت شریف و فادار اور امانت دار پایا ہے۔

اس کے بعد وہ کفار مکہ کے سامنے ہی بلند آواز میں اشہدان لا الہ الا اللہ و اشہداننا محمدنا عبدہ و رسولہ کے کلمات ادا کر کے دین اسلام میں داخل ہو گئے۔ کفار مکہ ان کی یہ بات سن کر حیران رہ گئے۔ اس کے بعد آپ نے بار بار کلہ توحید بلند آواز سے ادا کیا اور کما! مدینہ میں اسلام قبول کرنے میں میرے پیش نظریہ بات تھی کہ کسی تم یہ نہ سوچو کہ ابوالعاصؓ نے ہماری امانتیں اور مال و اسباب ہڑپ کرنے کا ارادہ کر لیا ہے جب اللہ کے حکم سے میں نے تمہارے مال و اسباب واپس کر دیئے اور میں امانتوں کے بوجھ سے بسکدوش ہو گیا تو اب میں ایمان لے آیا ہوں یہ کہ کر مکہ سے نکلے اور مدینہ کا رخ کیا۔ اور ہادی برحق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کما! اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کی رسالت پر ایمان لے آیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اے ابوالعاصؓ! جس وقت مدینہ والوں نے تمہارا مال و اسباب تم کو واپس کیا تھا تم اس وقت کیوں مسلمان نہیں ہوئے۔
حضرت ابوالعاصؓ نے فرمایا۔

”اے اللہ کے رسول! میں نے دل میں اسی وقت اسلام قبول کر لیا تھا مگر زبان سے اس کا انہصار اس لئے نہیں کیا تھا کہ مکہ والے یہ نہ سوچیں کہ ابوالعاصؓ اپنا مال واپس لینے کے لئے مسلمان ہوا ہے۔ یا یہ کہیں کہ اسلام میں داخل تو ہوا لیکن خیانت کر کے۔“

آپ کے مسلمان ہونے سے اہل مدینہ بہت خوش ہوئے۔ سیدہ زینبؓ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی بہت مسرور تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ زینبؓ اور حضرت ابوالعاصؓ کو دوبارہ رشتہ ازدواج سے فریبا۔ ان کے اسلام قبول کرنے سے مسلمانوں کو بے حد سرست ہوئی۔ ابن ہشام لکھتے ہیں کہ جب ابوالعاصؓ مشرکین مکہ کے مال و اسباب کے ساتھ شام سے لوٹے تو کسی نے ان سے کہا تم مسلمان ہو جاؤ اور اس تمام مال پر اپنا تصرف کرو آخر یہ مال و اسباب مشرکین ہی کا تو ہے۔ ابوالعاصؓ نے کہا کیا میں مشرکین کا مال روک کر امانت میں خیانت کروں؟

اور اگر ایسا کرو تو پھر میرے اسلام کی ابتداء ہی بد ریانی اور خیانت جیسے قبیع فعل سے ہو گی اور میں خیانت نہیں کر سکتا۔“

ایک شبہ کا ازالہ

یہاں ایک اشیاء کا ازالہ بہت ضروری ہے کہ جب سیدہ زینب رضی اللہ عنہا مودت تھیں تو ایک کافر کے ساتھ ان کا نکاح کس طرح کر دیا گیا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام کے ابتدائی دور میں زوجین کا آپس میں مسلمان ہونا نکاح کے لئے ضروری نہ تھا۔ ابتداء اسلام میں بہت سے ایسے نکاح قائم ہوئے جن میں شوہر یا بیوی عورتوں میں سے کوئی مسلمان ہوتا یا کافر ہوتا تھا۔ اسی دستور کی بنا پر حضرت زینبؑ حضرت ابو العاصؓ کے نکاح میں رہیں۔ اس لئے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت ابو العاصؓ کے درمیان تفریق نہیں کرائی گئی۔

سن چہ ہجری صلح حدیبیہ کے سال میں اللہ تعالیٰ نے مسلمان عورتوں کو کفار و مشرکین پر حرام کیا۔

مبایعات الرسول

سیدہ زینب بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسالت ماب سے بیعت کرنے کا شرف بھی حاصل ہوا ہے۔ چنانچہ اسی وجہ سے ان کو مبایعات النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں شامل کیا جاتا ہے۔ سیدہ زینبؑ وہ صالحہ خاتون ہیں جن کو اسلام کے ابتدائی دور میں ہی ایمان سے مشرف ہوتے ااموقوع ملا۔ ان کو قدمِ الاسلام عورتوں میں شامل کیا جاتا ہے۔ اللہ کے رسولؐ کی رسالت پر لڑکیوں میں سب سے پہلے سیدہ زینب رضی اللہ عنہا ہی ایمان لائیں۔

واضح رہے کہ رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کی چاروں صاجزادیاں سیدہ زینب، سیدہ رقیۃ، سیدہ ام کلثوم اور سیدہ فاطمہ کو مبایعات النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ذکر کیا گیا ہے۔

سیدہ زینبؑ کی وفات

سیدہ زینبؑ نے اسلام کی خاطر بہت قیامتیاں دیں اور بڑے بڑے مصائب بڑے تھل اور خندہ پیشانی سے برداشت کئے۔ ہجرت مدینہ کے موقع پر آپ مخالفین اسلام کے ہاتھوں زخمی ہوئی تھیں۔ وہی زخم جو اس وقت تونمند مل ہو گیا تھا کچھ عرصہ بعد دوبارہ ہرا ہو گیا اور آخر کار وہی جان لیوا ثابت ہوا۔

۸ جو ہی اکتیس سال کی عمر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ پیاری صاحبزادی جس نے اللہ کی راہ میں اپنے بابا کے دین کی خاطر بہت سختیاں برداشت کی تھیں۔ بابا کو انکشار اور سو گوار چھوڑ کر خالق حقیقی سے جالمیں۔ نبی علیہ السلام کو اپنی بیٹی کی وفات کا بہت صدمہ تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ کی وفات پر بے حد مغموم ہوئے اور سیدہ زینبؑ کی دوسری بہنیں سیدہ رقیہ، سیدہ ام کلثوم، سیدہ فاطمہ رضوان اللہ علیہنہم بھی بہت غم زده اور سو گوار تھیں۔ مسلمان خواتین سیدہ زینبؑ کی وفات پر جمع ہوئیں۔ خبط کا دامن ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ بے اختیاروں نے لگیں اور نوبت جمع و پکار تک پہنچ گئی۔ حضرت عمرؓ نے عورتوں کو اس جمع و پکار پر تھنی سے روکنا چاہا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر تھنی کرنے سے منع فرمایا اور عورتوں سے متوجہ ہو کر فرمایا۔ تم کو چاہئے کہ شیطانی قسم کی آوازیں نکلنے سے پرہیز کرو، پھر فرمایا جو آنسو آنکھ سے بنتے ہیں اور دل غمگین ہوتا ہے تو ایسا خدا کی طرف سے اور اس کی رحمت سے ہے۔ اور جو ہاتھ یا زبان سے صادر ہو وہ شیطان کی طرف سے ہے۔

مسلمان خواتین کے لئے یہاں ایک اہم نکتہ ہے جو حکمت سے معور ہے۔
(نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیاری صاحبزادی کی وفات پر امت کو اس بات کی تعلیم دی کہ وفات کے وقت بے تحاشا چینخا، چلانا، منہ نوچتا، سر پر خاک ڈالنا یہ زمانہ جالمیت کی رسومات ہیں۔ اسلام صبر اور برداشت کی تلقین کرتا ہے۔)

یہ درست ہے کہ اپنوں کی موت سے دل غمزہ ضرور ہوتا ہے۔ آنکھوں سے آنسو بھی نکلتے ہیں لیکن ایسے موقع پر صبر کا مظاہرہ کرنا سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے)

سیدہ زینبؑ کے عشل کا انتظام سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص حرمی میں ہوا اور اس میں حضرت سودہ بنت زمعہ، حضرت ام سلمہ اور حضرت ام بکت نے حصہ لیا۔

منقول ہے کہ جب سیدہ زینبؑ کا انتقال ہوا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ام عطیہ کے ہاں تشریف لائے اور فرمایا کہ زینبؑ کے نہانے کا بندوبست کرو۔ پانی اور بیری کے چبوں کا انتظام کرو اور اس ابلے ہوئے پانی سے ان کو تمیں یا پانچ بار عشل دو اور آخر میں کافور کی خوشبو لگاؤ۔ جب سیدہ زینبؑ کو عشل دیا جا رہا تھا تو اس وقت بھی آپ بہت مغموم تھے آنکھوں سے آنسو روان تھے۔

کفن کے لئے دیگر کپڑوں کے علاوہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا بند مبارک بھی عطا کیا تاکہ اس کو بھی کفن کے طور پر استعمال کیا جائے۔

سیدہ زینبؑ کی نماز جنازہ

سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے لئے جب نماز جنازہ کی تیاری ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ زینبؑ کی نماز جنازہ پڑھائی۔ مدینہ کی عورتوں نے بھی سیدہ زینبؑ کی نماز جنازہ ادا کی۔ اکابر صحابہ بھی نماز جنازہ میں شریک تھے۔ حضرت ابوالعاص "بھی ہراہ تھے۔ سیدہ زینبؑ کی بہنیں بھی نماز جنازہ میں شریک تھیں اور حزن و ملال کی تصویر بھی ہوئی تھیں۔

سیدہ زینبؑ کی تدفین

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت زینبؑ کا انتقال ہوا تو ہم صحابہ کی ایک جماعت تدفین کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر ہوئے۔ ہم قبر پہنچے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت مغموم تھے اور کسی کو آپ سے بات کرنے کی ہمت نہ تھی۔ لحد بنیت میں ابھی کچھ دیر تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے پاس بیٹھ گئے۔ ہم بھی آپ کے اطراف میں بیٹھ گئے۔ ہم سب پر ایک عجیب حرمی کی

کیفیت طاری تھی۔ اسی اثناء میں آپ کو اطلاع دی گئی کہ قبر تیار ہو چکی ہے۔ اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود قبر میں اترے اس وقت آپ بے حد رنجیدہ تھے اور تھوڑی دیر بعد قبر سے باہر تشریف لے آئے۔ آپ کا چہرہ انور کھلا ہوا تھا ٹمکنی کے آثار میں کمی واضح نظر آرہی تھی اور طبیعت بشاش تھی۔

صحابہ کرام نے دریافت کیا۔ اے اللہ کے پیارے رسول۔ کیا بات تھی کہ جب آپ قبر میں اترے تو چھو اندس پر رنج والم کے آثار نمایاں تھے اس لئے ہم اس حالت سے متعلق بات کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے اب چھو انور پر خوشی و سرت کے آثار ہیں۔ آپ نے فرمایا پہلے قبر کی ٹمکنی اور خوفناکی میرے سامنے تھی۔

آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی تھی۔

”اے اللہ میری بیٹی زینب“ بڑی کمزور اور ناتوان ہے۔ تو اپنی رحمت سے اس کی قبر کو کشاورہ فرمادے اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول و منظور فرمائی۔ اس طرح سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیاری صاحبزادی کے ساتھ کس قدر مشفقاتہ حمالہ فرمایا کہ وفات سے تین میں تک تمام مرافق میں آپ کی نظر عنایت شامل رہی اور آخری مرحلہ قبر میں بھی خصوصی توجہ فرا کر آپ نے سیدہ زینبؑ کے لئے سفر آخرت کا مرحلہ اپنی خصوصی شفاعت کے ساتھ طے فرمایا۔

خواتین اسلام کے لئے یہ بات سرمایہ عبرت ہے۔ وجہ یہ ہے کہ قبر کا مرحلہ کوئی معمولی مرحلہ نہیں۔ اس کی فکر اور تیاری دین کے اہم امور میں سے ہے۔

آپ کو جنتِ ابتعیح میں دفن کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کی کروڑوں رحمتیں اور برکات کا نزول ہو سیدہ کی تربت اقدس پر۔

سیدہ زینبؑ کے لئے شہیدہ کا خصوصی لقب

سیدہ زینبؑ بنت محمدؐ نے اسلام کی خاطر بہت سختیاں برداشت کیں اور بڑے صبر و استقلال کے

ساتھ ان کا مقابلہ کیا۔ وفات سے قبل ان کے وہی زخم تازہ ہو گئے تھے جو ان کو مدینہ ہجرت کرتے وقت پہنچ تھے اور وہی ان کی کی وفات کا سبب بنے۔ اسی بنا علما اور سلف صالحین نے سیدہ زینبؓ کے حق میں شمیدہ کے الفاظ استعمال کئے۔
علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے۔

فکانوا بر و نهاما ت شهیدہ

یعنی ان کی موت شادت کے انداز پر ہوئی ہے۔ اپنی تکالیف کی بنا پر اہل اسلام ان کو شمیدہ کے نام سے تعبیر کرتے ہیں اور ان کا لقب شمیدہ زینبؓ تجویز کیا گیا ہے۔

حضرت ابوالعاصؓ کی وفات

حضرت ابوالعاصؓ کو حضرت زینبؓ کی وفات کا بہت صدمہ تھا۔ ان کی وفات کے بعد آپ کثرت سے ذکر اور عبارات میں مصروف ہو گئے تھے۔ آپ بیمار رہنے لگے جس نے آپ کی صحت پر گمرا اثر ڈالا۔ بالآخر ۱۲ھ میں آپ نے وفات پائی۔

حضرت زینبؓ کی اولاد

سیدہ زینبؓ کے بطن مبارک سے ایک لڑکا علی اور ایک لڑکی اسمہ پیدا ہوئیں۔ کتب میں سیدہ زینبؓ کے ایک اور لڑکے کا احوال ملتا ہے جو زمانہ طفویلت ہی میں انتقال کر گیا تھا۔ اس سلسلہ میں ایک واقعہ اسمہ بن زیدؓ بیان فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کا ایک پچھے قریب المرگ ہو گیا۔ اس پچھے سے نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑی محبت فرماتے تھے۔ جب حالت زیادہ بگزی تو سیدہ زینبؓ نے آخر پرست صلی اللہ علیہ وسلم کو بلوایا۔ آپ نے جواباً سیدہ زینبؓ کو سلام کہلوایا اور فرمایا کہ زینبؓ سے جا کر کہ دو اللہ تعالیٰ تو لے لیتے ہیں وہ بھی اللہ کے لئے ہے اور جو دے دیتے ہیں وہ بھی اللہ کے لئے ہی ہے۔ زینبؓ تم کو صبر کرنا چاہئے۔ سیدہ

زمینبڑ پرشانی کے عالم میں تھیں۔ انہوں نے پھر اپنے بابا جان حضرت محمد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قدم دے کر بھیجا کہ ضرور تشریف لا کیں تو آنحضرت امّھ کھڑے ہوئے۔ آپ کے ہمراہ سعد بن عبادہ، معاذ بن جبل، ابی بن کعب، زید بن ثابت بھی تھے۔ سیدہ زینبؓ کے گھر پہنچے۔ پھر قریب الرُّگ تھا آپ نے پنج کو گود میں لیا۔ پنج کے آخری سانس تھے۔ پارے نانا جان کی گود میں جب نواسے نے ٹکنکی باندھ کر چہرہ انور کی طرف دیکھا۔ اب موت کی ٹککیاں آرہی تھیں۔ نانا محمد الرسول اللہ سے نواسے کی بے چینی کا منظر نہ دیکھا گیا۔ آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ صحابہ نے پوچھا سرکار آپ بھی رورہے ہیں۔ فرمایا یہ میری پیاری بیٹی زینبؓ کا پچھہ ہے۔ جو مجھے بہت محظوظ ہے۔ پھر فرمایا۔

”لَا تَمْأِرْ حَمْدَهُ مِنْ عَبَادَهِ الرَّحْمَاءِ“

”یعنی نرم دل بندوں پر ہی اللہ اپنی رحمت فرماتے ہیں۔“

حضرت زینبؓ کے پنج کے مرض الموت پر بعد صحابہ کرام تشریف لانا اور اس موقع پر آپؓ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جانا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی صاحبزادی سیدہ زینبؓ اور ان کی اولاد کے ساتھ شفقت و عنایت کو روز روشن کی طرح واضح کرتا ہے۔

سیدہ زینبؓ کے بیٹی علی بن ابی العاصؓ کا احوال

حضور کے پیارے صاحبزادگان سیدنا طیب اور سیدنا طاہر بھپن ہی میں رحلت فرمائے تھے۔ اس لئے بھی سرور کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نواسوں سے خصوصی شفقت فرماتے تھے۔ اپنے اس نواسے سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بھی حضور کو بہت محبت تھی۔

جب علی بن ابی العاصؓ پیدا ہوئے تو انہیں وودھ پلانے کے لئے قبلہ بنی عاصہ میں بھیج دیا گیا۔ جب حضرت زینبؓ بھرت کر کے مدینہ چل گئیں تو حضرت علی بن ابی العاصؓ کو ان کے نانا جان محمد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی مگرانی میں لے لیا۔ اس طرح ان کی پروردش دامن رسول

صلی اللہ علیہ وسلم میں ہوئی۔ فتح کم کے وقت یہی حضرت علی بن ابی العاص تھے جن کو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھ سوار کیا تھا۔

یہ نواسے سیدنا علی بھی بچپن میں حضور کو چھوڑ کر اس دارفانی سے رخصت ہو گئے۔ علی بن ابی العاص نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی گمراہی میں ہی پروردش پائی تھی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مختلف موقع پر اپنے اس نواسے کو اپنی گود میں اٹھا کر لے جاتے تھے اور جب یہ چلنے پھرنے کے قابل ہوئے تو ہر وقت اللہ کے رسول کے ساتھ رہتے۔ نمازوں کے اوقات میں بھی اللہ کے رسول اپنے اس نواسے کو اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے چھ سال کی عمر ہی میں اس دنیا سے رخصت ہو گئے جبکہ ابن عساکر کی روایت کے مطابق جوزیہ بن بکار سے منقول ہے وہ یہ ہے کہ علی بن ابی العاص سن شعور کو پہنچ گئے تھے اور نبی اکرم نے فتح کم کے موقع پر علی بن ابی العاص کو اپنی سواری پر سوار کرایا تھا۔ (مختصر تاریخ دمشق ۱۸)

(۱۰۱)

سیدہ زینبؓ کی بیٹی امامہ بنت ابی العاصؓ کا احوال

امامہ سیدہ زینبؓ بنت محمدؓ کی صاحبزادی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بے حد محبت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ نبی علیہ صلواتہ والسلام نماز کے لئے تشریف لے جا رہے تھے۔ حضرت امامہ نے آپ کو دیکھ لیا۔ نبی علیہ السلام نے بھی اپنی نواسی سیدہ امامہ کو دیکھ لیا اور گود میں اٹھا لیا اور پھر اسی حالت میں نمازاً ادا فرمائی۔ جب آپ رکوع فرماتے تو ان کو زمین پر بھالیتے اور جب کھڑے ہوتے تو سیدہ امامہ کو گود میں اٹھا لیتے۔ اسی طرح آپ نے نماز مکمل کی۔ واضح رہے کہ اپنی نواسی سیدہ امامہ کو نہایت محبت کے ساتھ گود میں اٹھانے اور حد درجہ محبت و شفقت فرمائے سے متعلق احادیث متعدد بارہ مذکور ہوئی ہیں۔ ایک مرتبہ شاہ جہش نے چند تحائف آپ کی خدمت میں بھیجے۔ اس میں ایک سونے کی انگوٹھی بھی تھی۔ آپ نے یہ انگوٹھی سیدہ امامہ کو دے دی اور فرمایا بھی

جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا امامین حسین کریمین رضی اللہ عنہما کو اپنے دوش پر اٹھا کر لے جاتے تھے۔ اسی طرح سیدہ امامہ اور سیدنا علی کو بھی دوش مبارک پر اٹھا کر بھائیتے تھے اور ان کے ساتھ نہایت شفقت اور محبت رتے تھے۔

واضح رہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شفقت و محبت تمام بچوں سے تھی۔ خصوصاً اپنے نواسیوں سے توبت ہی زیادہ تھی۔

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بیتی ہار تھفہ کے طور پر ملا۔ آپ نے فرمایا کہ میں یہ ہار اس شخص کو دوں گا جو مجھ کو سب سے زیادہ عزیز ہو گا۔ ازواج مطہرات (رضوان اللہ علیہم) نے یہ گمان کیا کہ شاید یہ ہار ہم میں سے کسی کو ملے لیکن نبی علیہ السلام نے یہ ہار حضرت سیدہ امامہ کو دے دیا۔

سیدہ فاطمہؓ کی وصیت

سیدۃ النساء اہل الْجَنَّۃ سیدہ ناطمت الزہرا رضی اللہ عنہما نے اپنے انتقال سے قبل حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی کہ اگر میرے بعد شادی کا قصد فرمائیں تو میری بہن کی بیٹی سیدہ امامہ سے نکاح فرمائیں۔ وہ میری اولاد کے حق میں میری قائم مقام ہو گی۔

سیدنا علی نے وصیت کے مطابق سیدہ امامہ سے عقد فرمایا اور حضرت امامہ حضرت علی کے عقد میں آگئیں۔ لیکن حضرت علی سے ان کے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

جس وقت سیدنا علی نے شادوت پائی تو اس وقت سیدہ امامہ حضرت علی کے نکاح میں تھیں۔ سیدنا علی الرضا رضی اللہ عنہ کی شادوت کے بعد ان سے نوقل بن مخیو بن حارث بن عبد الملک بن نکاح کیا۔

سیدنا ابن الربيع کے آخری ایام اور وفات

سیدنا ابوالعاص[ؑ] اور سیدہ زینب[ؑ] رضی اللہ عنہا کو ایک دوسرے سے بے حد محبت تھی وہ ایک ساتھ زندگی گزارنے میں راحت پاتے تھے۔ حضرت ابوالعاص[ؑ] نے سیدہ کے ساتھ نہایت اچھا سلوک کیا۔ چنانچہ اس برتاؤ کی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی تعریف فرمائی۔

ان باتوں کی وجہ سے سیدہ کی وفات کے بعد حضرت ابوالعاص[ؑ] بے حد غم زده اور رنجیدہ رہنے لگے۔ حضرت ابن الریبع رضی اللہ عنہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کے شوہر معمتنم نے تو سیدہ کی وفات کے بعد قبر پر ڈیرہ ڈال لیا۔ دن رات روتے مگر آنسو تھے کہ تھمنے کا نام نہ لیتے۔ حتیٰ کہ پیغمبر کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اس سے روکا۔ آخر انہوں نے عبادت کی لذت اپنے اوپر طاری کر لیکن اس غم نے ابن الریبع کو ہلاکان کر دیا وہ خطرناک حد تک بیکار ہو گئے۔ آخر کار آخری وقت آن پنچا۔ اکثر اپنے بچوں علی اور امامہ کے کان میں کھتے عنقریب میں تمہاری پیاری ماں سے جنت میں ملاقات کروں گا۔ اس جنت میں جہاں ان کے عظیم باپ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مند نشین ہوں گے۔

صلی اللہ علیہ، وعلیٰ الہ، واصحابہ، وازواجہ، وبناتہ، وامته، اجمعین ورضی اللہ تعالیٰ عن جمیع
الصحابۃ، والصحابیات۔

سیده رقیہ

رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ولادت

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دوسری صاحبزادی ہیں۔ سیدہ رقیہؓ اپنی بڑی بیٹی سیدہ زینبؓ سے تین سال چھوٹی تھیں۔

آپ ام المؤمنین سیدہ حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے کہ میں ۳۳ھ میں پیدا ہوئیں۔ جس وقت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک تقبیاً "تینتیس برس کی تھی۔

سیدہ کی پرورش اور تربیت

سیدہ رقیہؓ نے اپنے والد ماجد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنی ای جان ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی زیر نگرانی تربیت پائی۔

عقل و دانائی، فہم و فراست، شرم و حیا، سلیقہ شعراً میں آپ امتیازی و صرف رکھتی تھیں۔ آپ نہایت حسین و جیل خاتون تھیں۔

قبول اسلام اور بیعت نبوی

سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا وہ عظیم خاتون ہیں جنہوں نے خواتین میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ جب سیدہ خدیجۃ مشرف پہ اسلام ہوئیں تو ان کے ساتھ ان کی صاحبزادیوں نے بھی اسلام قبول کیا اور اپنے والد ماجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت فرمائی۔ ان میں سیدہ رقیہؓ بھی اپنی دیگر بہنوں کے ہمراہ شامل تھیں۔

سیدہ رقیہؓ کا پہلا نکاح

اسلام سے پہلے اس دور کے دستور کے مطابق سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا

ابولب کے بیٹے عتبہ کے ساتھ سیدہ رقیۃؓ کا نکاح کر دیا تھا لیکن رخصتی نہیں ہوئی تھی۔ فی الحقیقت سیدہ خدیجہ اس رشتہ پر خوش نہ تھیں، ان کے خیال میں اس میں خیر و سعادت کا پسلونہ تھا۔ لیکن اپنے شوہر محمد علیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا جوئی کے لئے قبول کر دیا تھا۔ اس احساس کے تحت کہ ابو لمب ان کے شوہر کے پچاہیں۔ قرابت دار ہیں۔

جس طرح سیدہ خدیجہؓ اس خواہش سے مطمئن نہ تھیں اس طرح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی معاملہ تھا۔ لیکن آپ نے صدر رحمی اور حق قرابت کا لحاظ فرمایا۔

سیدہ خدیجہ اس رشتہ سے ابو لمب کی بیوی ام جبیل کی وجہ سے مطمئن نہ تھیں۔ جو کہ عتبہ اور حبیبہ کی ماں تھی۔ وہ ایک ایسی خاتون تھی جس کامراج تند و تیز تھا اور زبان درشت۔ اور مکہ بھر میں یہ بات مشهور تھی کہ گھر میں اس کے خادم ابو لمب کا نہیں بلکہ اسی کامراج چلتا ہے۔ پچھے اس کے سامنے بے بس ہیں۔ وہ اپنی نظرت کے اعتبار سے سنگدل، تند خو، بد مراج اور لوگوں کو ایذا دینے میں اپنی مثال آپ تھی۔ پھر تم یہ کہ ام جبیل سیدہ خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہما سے بت حسد کرتی تھی۔ سیدہ خدیجہؓ شریف النفس، باکردار، عالی مرتبہ اور پر وقار شخصیت کی مالک تھیں، قریش اور مکہ کے دیگر قبائل میں انہیں کامل درجہ احترام حاصل تھا۔ یہ اسباب تھے جن کی بنا پر سیدہ کو یہ ڈر اور خوف تھا کہ ام جبیل اپنی زبان درازی سے ان کی معصوم بیکیوں کو اذیت پہنچائے گی۔

یہ وہ اسباب تھے جو سیدہ خدیجہ کے لئے ان رشتتوں کے معاملہ میں سوہان روح تھے۔ اس کے باوجود سیدہ خدیجہ نے ان رشتتوں میں رکاوٹ نہ ڈال کر کہ انہیں محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی راحت کا بے حد احساس تھا۔ بالخصوص اس لئے کہ آپ غار حراء کی تھائیوں میں عبادت و بندگی میں مشغول تھے۔

یہاں یہ بات واضح رہے کہ یہ بعثت بہوت سے پہلے کا واقعہ ہے۔ یعنی اس وقت تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وہی کا سلسلہ شروع نہیں ہوا تھا۔ اس وقت سیدہ رقیۃؓ کی عمر آٹھ سال کی تھی۔

اس نکاح کے سال بھر بعد ہی اللہ تعالیٰ نے نبوت کا تاج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سپر رکھا۔

آپ نے کوہ صفا کی پہاڑیوں پر چڑھ کر لوگوں کو مخاطب کیا۔ آپ نے فرمایا۔
”لوگوں میں نے تمہارے درمیان اپنی زندگی بسر کی ہے۔ تم میری سابقہ زندگی دیکھ کر اندازہ لگا سکتے ہو کہ میں چاہوں یا جھوٹا“ میری چالیس سالہ زندگی کا ایک ایک لمحہ تمہارے درمیان بہرہوا ہے۔
کیا تم کو میری صداقت اور امانت پر کچھ مشک و شبہ ہے؟“

پھر آپ نے ان لوگوں سے فرمایا
”میں تم سے یہ کہوں کہ اس پہاڑ کے پیچے ایک لٹکر کھڑا ہوا ہے اور وہ تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو کیا تم میری اس بات کو سچ مان لو گے؟“

سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ ہم نے آج تک آپ کے منہ سے کوئی غلط بات نہیں سنی آپ تو صادق اور امین ہیں۔ اس لئے ہم تمہاری بات کو ضرور سچ مانیں گے۔

اس پر آپ نے منید فرمایا
”میں تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ تمہاری موجودہ روشن زندگی سے تم پر ایک سخت عذاب آنے والا ہے یوں سمجھو کہ وہ عذاب تمہارے سر پر کھڑا ہے۔“

یہ سن کر ابوالسب نے نہایت خارت سے کہا کیا تم نے اسی بات کے لئے ہم سب کو یہاں جمع کیا تھا۔ یہ ابوالسب کی طرف سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی ابتداء تھی۔

ابوالسب کی جانب سے مخالفت کی انتہاء

ابوالسب اگرچہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا تھا۔ مگر آپ کا سب سے بڑا دشمن بھی یہی تھا اور ابوالسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دینے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا تھا۔ ابوالسب کی یہوی ام جیل بھی ایذا رسانی میں اس سے کم نہ تھی۔ یہ جنگل سے کائیے دار

لکھیاں کاٹ کر رات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے میں بکھیر دیتی تھی۔ جب ان کے ظلم کی اتنا ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے سورہ لمب نازل فرمائی۔

تب بتا ایسی لہب و تب ○ ما لغنى عنہ مالہ و ما کسب ○ سیصلی ناراذات لہب ○ و امراته حملات، الحطب ○ فی جیلها جبل من مسد ○

ترجمہ : ابو لمب کے دونوں ہاتھ ثوٹ گئے۔ اور وہ ہلاک ہو گیا اس کا ماں اور جو کچھ اس نے کمایا اس کے کام نہ آیا۔ وہ بھڑکتی آگ میں پڑے گا۔ اور اس کی عورت بھی جو ایندھن انھائے پھرتی تھی اس کی گردن میں موئیج کی رہی ہے۔

اس سورت کا نازل ہونا تھا کہ ان کا غم و غصہ اتنا کو پہنچ گیا۔

عقبہ کی جانب سے سیدہ رقیۃؓ کو طلاق

ابو لمب نے اپنے بیٹیے عقبہ کو بلا بیا اور حکم دیا کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی رقیۃؓ کو طلاق دے دو اگر تم نے طلاق نہ دی تو میں تم سے کسی قسم کا تعلق نہیں رکھوں گا۔ اور تمہارا چھوٹک نہیں دیکھوں گا۔ عقبہ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور حضرت رقیۃؓ کو طلاق دے دی۔ واضح رہے کہ یہ رشتہ صرف اسلام کے ساتھ دشمنی اور عداوت کی بنا پر منقطع کیا گیا تھا۔ یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی کا نکاح تو کرو یا تھا مگر رخصتی عمل میں نہیں آئی تھی۔

اس معاملہ میں سیدہ رقیۃؓ کا کوئی قصور نہ تھا ان کو تو محض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد ہونے کی بنا پر اذیت پہنچائی گئی تھی۔ ابو لمب کی جانب سے اپنے بیٹیے عقبہ کو طلاق دینے کے لئے کہنا اور سیدہ رقیۃؓ کو طلاق دلوانے کی وجہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ذہنی صدمہ اور تکلیف پہنچانا مقصود تھا۔ کیونکہ بیٹی کی طلاق پر باپ کا غمزہ ہونا ایک فطری امر ہے۔

اس طرح یہ رشتہ منقطع ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عفت ماب اور

شریف پاک و امن بچیوں کو اس قالم اور کافر انہ ماحول کے عملی تعلق سے پہلے ہی نجات دلادی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا دونوں اب مطمئن بھی تھے کہ پیشیاں بھیاں مستقبل سے محفوظ ہو گئیں اور امام جیل کی ایذار سانیوں اور شرارت سے نجات گئیں۔ چاروں بھیں بہت خوش تھیں۔ سیدہ رقیۃؓ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول اور اس کے دین کی دشمن خاتون سے نجات میر آئی۔

عقبہ کی ہلاکت

ایک روایت یہ بھی آئی ہے کہ جب عقبہ نے سیدہ رقیۃؓ کو طلاق دی تو اس کے اس عمل سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بے حد تکلیف پہنچی اور آپ نے عقبہ کے لئے بد دعا فرمائی۔ اور فرمایا ”یا اللہ ! درندوں میں سے ایک درندہ عقبہ پر مسلط فرمادے جو اس کو چیر پھاڑ کر ڈالے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا مقبول ہوئی۔ ایک موقع پر عقبہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ جنگل میں تھا کہ ایک شیر آیا اس نے عقبہ بن ابی اسپ کو چھاڑ کھایا۔ بعض روایات اس روایت سے اختلاف بھی کرتے ہیں۔

سیدہ رقیۃؓ کا حضرت عثمانؓ سے نکاح

جب عقبہ نے سیدہ رقیۃؓ کو طلاق دے دی تو اس کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رقیۃؓ کا نکاح سیدنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔

عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”اللہ تعالیٰ نے میری جانب وہی سمجھی ہے کہ میں اپنی بیٹی رقیۃؓ کا نکاح حضرت عثمانؓ بن عفان کے ساتھ کروں۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ رقیۃؓ کا نکاح حضرت عثمانؓ بن عفان کے ساتھ کر دیا۔ اور یہ نکاح کمہ میں ہوا اور ساتھ ہی رحمتی بھی کر دی گئی۔

سیدنا حضرت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن عفان کو ایک صاحبزادی نکاح میں دے دی۔ اس صاحبزادی کے انتقال کے بعد اپنی دوسری صاحبزادی ان کے نکاح میں دے دی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہ سے نکاح کرنے کے خواہش مند تھے لیکن جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نکاح ابوالعبد کے بیٹے عتبہ سے کر دیا تو وہ اس سلسلے میں خاموش ہو رہے۔

ایک بات قابل ذکر ہے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سمجھی پھوپھی زاد بین اروہی کے لئے تھے۔ اروہی کی ماں ام الحکیم بیضا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبداللہ دونوں عبدالمطلب کی بیوی فاطمہ بنت عمرو بن عائز غزڈیہ کے بطن سے تھے۔ آپ فطرتاً "صالح، پارسا، دیانت دار اور راست پاز انسان تھے۔ اور متول اور مخیر بھی۔

سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہ کی طلاق کے بعد دامادی کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ انتخاب حضرت عثمان پر پڑی۔ چونکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بھی خواہش تھی کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اپنی فرزندی میں قبول فرمائیں۔ لذا جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا رشتہ سیدہ رقیہ کے لئے کیا گیا تو آپ نے اس کو بخوبی منتظر فرمایا اور سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہ کو ان کے نکاح میں دے دیا۔

حضرت عثمانؑ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اگرچہ اسلام سے قبل کے زمانے ہی میں پرورش پائی مگر آپ ان مکرات اور فواحش سے بیشہ دور رہے جو زمانہ جاہلیت کا خاصہ تھیں۔

آپ نے کبھی شراب نہیں پی۔ کبھی جوانہ نہیں کھیلا۔ اپنے آہائی پیشہ تجارت میں معروف رہے اور اپنی دیانت اور امانت داری کے باعث متاز تجار میں شمار ہونے لگے۔

حضرت عثمانؑ کا قبول اسلام

حضرت عثمانؑ رضی اللہ عنہ کی خالہ حضرت سعدی بنت کریم ابتدائے بعثت ہی میں ایمان لے آئی تھیں ایک مرتبہ انہوں نے بھی حضرت عثمانؑ کو اسلام کی طرف ان الفاظ میں رغبت دلائی۔

عثمان! اے عثمان! اے عثمان! تم حسین و جمیل بھی ہو اور صاحب مال بھی۔ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کے پاس واضح دلیل ہے۔ انہیں حاکم اعلیٰ نے حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ ان پر فرقان نازل ہوا ہے تم ان کی اتباع کرو اور بتوں کے فریب میں نہ آؤ۔

ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت عثمانؑ سے ملاقات ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا۔

”عثمان! میں تمہارے سامنے جنت پیش کرتا ہوں۔ اگر تم چاہو تو اس کو قبول کرلو یقیناً میں اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔ اور تم لوگوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ میرے پیچھے چلو گے تو فائدہ میں رہو گے اور انکار کرو گے تو نقصان اٹھاؤ گے۔“

حضرت عثمانؑ نے یہ ساتھ فوراً ”کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گئے“

یوں حضرت عثمانؑ آٹھویں مرد ہیں جن کو اولیت کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے جنت کی بشارت دی۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام ایک بڑا واقعہ تھا ان کی شخصیت بت بڑی تھی عرب دنیا میں انہیں بڑا احرازم حاصل تھا۔ قریش کی تو آنکھ کا وہ تارا تھے۔ سیاسی فرست، مال و دولت اور وجہت میں وہ بت مضبوط تھے۔ پھر مالی اعتبار سے بہت بلند۔

اسلام ان کے آئئے سے سربرز ہوا اور مسلمان قوی ہوئے۔ بالخصوص انہوں نے دین کی مدد مسلمانوں کی نفع رسانی اور جہاد کی تیاری کے لئے جو بے پناہ مالی ایثار کیا اس سے اسلام اور مسلمانوں کو بے حد نفع پہنچا۔

آپؐ کے پچانے آپ پر بے حد سختیاں کیں تو آپ کو قید میں ڈال دیا۔ حضرت عثمانؑ نے اپنے پچا

سے کماکہ اے چھا!

خدا کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے اور جس نے اپنی رحمت سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نوازا اور ہم میں بھیجا۔ آپ اگر میرا سر بھی کاٹ دیں تو میں کہ سلام کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑوں گا اور میرے بدن کے ہر لکڑے سے اسلام ہی کی صدائے گئی۔

آپ کے چھانے دیکھا کہ کوئی ظلم اور تشدد عثمانؑ کو اسلام کے راستے سے نہیں ہٹا سکتا تو انہوں نے آپ کو قید سے رہا کر دیا۔

سیدہ رقیۃؓ و سیدنا عثمانؑ بے مثال ازدواجی جوڑا

سیدہ رقیۃؓ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بے مثال میاں یوں تھے۔ قریش کی عورتیں ان کی محبت اور آپس میں حسن و سلوک کی مثالیں دیا کرتی تھیں۔ اور ان کے حسن و جمال کو مندرجہ ذیل الفاظ سے تعبیر کرتی تھیں۔

احسن شخصین رای انسان

وقتہ و بعلیہ عثمان

یعنی : انسانوں نے جو حسین ترین جوڑا دیکھا ہے وہ رقیۃؓ اور ان کے سعادت عثمانؑ ہیں۔

سیدہ رقیۃؓ کی تربیت ام المؤمنین حضرت خدجۃ الکبریٰ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر اثر ہوئی تھی۔ آپؓ اسی لئے بہت بالا خالق خاتون تھیں۔ حضرت عثمانؑ اور سیدہ رقیۃؓ کی عائلی زندگی بڑی خوبیگوار تھی۔ اور دونوں میاں یوں کی محبت بے مثال تھی۔ کبھی ان کے درمیان آپس میں رنجش پیدا نہیں ہوئی۔ ان کی باہمی محبت والفت کے متعلق کہا جاتا ہے۔ احسن الزوجین و اهلا الانسان رقیۃؓ و زوجہا عثمان لوگوں کے نزدیک میاں یوں کہ بہترن جوڑا رقیۃؓ و عثمانؑ ہیں۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضورؐ نے مجھے تھوڑے اسابیخنا ہوا گوشت دیا کہ

حضرت رقیۃؓ کے گھر دے آؤں جب میں آپ کے گھر گیا تو سیدہ رقیۃؓ اور حضرت عثمانؓ ایک ہی چٹائی پر تشریف فرماتھے۔ یہ دونوں میاں یوں اتنے مثالی تھے کہ میں کبھی ایک کی طرف دیکھتا کبھی دوسری کی طرف۔ میں نے واپس آگئی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسامہؓ! تم نے میاں یوں کا ایسا مثالی اور اچھا جوڑا کہیں دیکھا۔ میں نے عرض کیا آج تک نہیں دیکھا۔

حضرت عثمانؓ کی حضورؐ سے محبت

ایک موقع پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کھور اور گھنی سے ایک عمدہ طعام تیار کیا جو کہ بہت لذیذ تھا۔ وہ آپ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھی ارسال کیا۔ جس وقت یہ ہدیہ پہنچا آپ گھر پر نہیں تھے۔ آپ اس وقت ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ کے گھر پر قیام فرماتھے۔

جب آپ تشریف لائے تو آپ کی خدمت میں وہ کھانا پیش کیا گیا جو آپ کے دام سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے ارسال کیا تھا آپ نے پوچھا کہ یہ ہدیہ کس نے ارسال کیا۔ اہل خانہ نے جواب دیا کہ یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی جانب سے آیا ہے۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کے لئے دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا فرمائی۔ الہم ان عثمانؓ بتراض اک فارض عنہ : اے اللہ! عثمانؓ تجھے راضی کرنا چاہتے ہیں تو تبھی ان سے راضی ہو۔

ہجرت جبše

یہ اسلام کا ابتدائی دور تھا اور مسلمانوں کو مختلف مصائب اور تکالیف کا سامنا تھا۔ جب اس ظلم و جور کی انتہا ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ جبše کی طرف ہجرت کر جائیں۔ کہا جاتا ہے کہ گیارہ مردا اور چار عورتوں نے جبše کی جانب ہجرت کی۔ ان میں حضرت

عنان اور ان کی بیوی، و ختر رسول سیدہ رقیہ بھی تھیں۔

یہ اسلام میں پہلی بھرت تھی جو اہل اسلام کو پیش آئی۔

اس کے بعد دوسرے قافلے بھی مختلف اوقات میں جہش کی طرف گئے۔

جب کفار مکہ کو یہ معلوم ہوا کہ مسلمان جہش کی جانب بھرت کر رہے ہیں تو انہوں نے اپنے سفیر کو شاہ جہش کے پاس بھیجا، یہ لوگ پہلے شاہ جہش کے وزراء اور مشوروں سے ملے اور ان کو تھائف و نذرانے پیش کئے۔ پھر ان کو ورنگلایا کہ مکہ کے جو لوگ یہاں جہش میں آکر آباد ہو گئے ہیں۔ ہم ان کو واپس لینے کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔ انہوں نے فتنہ اٹھایا ہے۔

آپ شاہ جہش سے ہماری سفارش کر دیں۔

دوسرے دن یہ لوگ شاہ جہش سے ملے۔ اہل دربار نے بھی ان کے مطالبہ کی تائید کی۔ شاہ جہش نجاشی نے مسلمانوں کو اپنے دربار میں طلب کیا اور ان سے پوچھا کہ تفصیل سے ہتاو تم نے کون سا دین ایجاد کیا ہے۔

شاہ جہش کے دربار میں حضرت جعفرؑ کی تقریر دل پذیر

مسلمانوں کے نمائندے کے طور پر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور فرمایا۔

اے شاہ جہش! ہم ایک جالیں قوم تھے۔ ہتوں کی پوجا کرتے تھے اور نجاست میں آلودہ تھے۔ مردار کھاتے تھے۔ نخش و لغو گفتگو کرتے تھے۔ پڑوسیوں کو ستاتے تھے۔ بھائی بھائی پر ظلم کرتا تھا۔ ہم میں انسانیت کا کوئی نام و نشان بھی نہ تھا۔ کوئی قاعدہ، قانون اور انصاف نہ تھا۔ طاقت ور لوگ کمزوروں پر ظلم کرتے تھے۔ اس حالت میں خدا نے ہم میں ایک ایسے شخص کو پیدا کیا جس کی صداقت، امانت، دیانت، شرافت سے ہم سب بخوبی واقف تھے۔ اس نے ہمیں ہتوں کو چھوڑ کر خدا نے وحدہ لاشریک کے سامنے جھکنے کی دعوت دی۔ ہم ایمان لے آئے۔ کفر و شرک کو چھوڑا، تمام انفعاں باطلہ کو چھوڑا۔

یہ ہمارا جرم ہے۔ اس جرم میں ہماری قوم، ہمارے لوگ ہمارے دشمن ہو گئے۔ ہمیں طرح طرح کی تکالیف دی گئیں۔ انتہائی مجبوری کے عالم میں ہم نے آپ کے ملک میں پناہ لی تو یہ لوگ یہاں بھی ہمارا پیچھا نہیں چھوڑتے۔ اور ہمیں مجبور کرتے ہیں کہ ہم دوبارہ اسی ضلالت و محضیت اور گمراہی کے راستے پر آجائیں۔

اس تقریر مل پذیر سے تمام دربار پر سنائے اور ہو کا عالم طاری تھا۔

شاہ جہش نے کہا کہ جو کلام تمہارے پیغمبر ازتا ہے مجھے بھی سناؤ

سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ نے سورہ مریم کی تلاوت کی۔ شاہ جہش پر ایسا اثر ہوا کہ اس کی آنکھیں اشک پار ہو گئیں۔ اس نے اپنے آنسو پوچھئے، سراخایا اور کہا۔

خدا کی قسم! یہ کلام اور انجلیں دونوں ایک ہی شمع کی کرنیں ہیں۔

شاہ جہش نے کفار کہ کو واپس کر دیا۔ اور کہا میں ان مظلوموں کو واپس نہیں بھیجوں گا۔

اس طرح یہ سینیر جہش سے ناکام و نامراد واپس آئے۔

سیدہ رقیۃؓ کیلئے نبیؐ کی بے قرار ری و بے تابی

ہجرت جہش کے بعد کافی عرصہ تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بیٹی سیدہ رقیۃؓ کی کوئی خبر نہ ملی۔ اس وجہ سے آپؐ کو ان کے متعلق کافی پریشانی لاحق تھی۔ اور آپؐ اکثر کہ سے باہر تشریف لے جاتے۔ جب بھی جہش کی طرف سے کوئی مسافر یا کوئی تجارتی قائمقام آتا آپؐ مهاجرین اور سیدہ رقیۃؓ و حضرت عثمانؓ کے احوال کے متعلق دریافت فرماتے۔ ایک مرتبہ ایک بوڑھی عورت جہش کی طرف سے آئی۔ آپؐ نے اس سے ہجرت کرنے والوں کے حال احوال دریافت کئے۔ اس نے تمام کی خبر خیریت بتائی۔

اور پھر کہا۔ اے محمد! میں نے آپؐ کے داماد اور آپؐ کی دختر کو بھی دیکھا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تو نے ان کو کیسی حالت پر دیکھا ہے تو اس نے ذکر کیا کہ

عثمانؑ اپنی بیوی کو ایک سواری پر سوار کئے ہوئے لے جا رہے تھے اور خود بھی سواری پر سوار تھے۔ تو اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کا مصاحب اور ساتھی ہو۔

جہش سے مکہ واپسی

مهاجرین جہش میں کافی عرصہ گزار چکے تو اس امید پر واپس کہ کی طرف روانہ ہوئے کہ شاید اب حالات کچھ بدل چکے ہوں۔ چنانچہ سیدہ رقیۃؓ اور حضرت عثمانؑ بھی واپس کہ تشریف لے آئے۔ جہاں آگر دیکھا کہ کہ کا حال پسلے سے بھی زیادہ خراب ہے۔ مسلمانوں پر عرصہ حیات مزید تنگ کر دیا گیا ہے۔ کفار اب پسلے سے بھی زیادہ مسلمانوں پر ظلم و ستم کر رہے ہیں۔

عام الحزن

اس کے تھوڑے عرصہ بعد ہی حضرت ابو طالب کا انتقال ہو گیا اور کچھ عرصہ ہی گزر کہ ام المؤمنین حضرت سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا بھی وصال ہو گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا بے حد صدمہ تھا۔ اسی لئے آپ نے اس سال کا نام ہی عام الحزن یعنی غم کا سال رکھ دیا۔

سیدہ خدیجۃؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بڑا مضبوط سارا تھیں۔ ایک ایسی ڈھال جو ہر دار اپنے اوپر سے اور یہ معاملہ نبوت سے پہلے تھا تو نبوت کے بعد پہلے سے کہیں بڑھ کر تھا۔ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مضبوط قلچہ اور پچی مددگار تھیں۔ اسلام کے لئے ان کا سب کچھ شمار تھا۔ اور مسلمانوں کا غم ان کا اپنا غم تھا۔

ان کی وفات کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گرے غم کا شکار ہو گئے آپ نے محسوس کیا ایک ایسا وجود دنیا سے اٹھ گیا جو اسلام کے لئے مضبوط سارا تھا۔ وہ اپنی ذات میں بطل الاسلام تھیں۔

اور پہلی ام المؤمنین ورضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

ہجرت مدینہ

کفار کا جور و ظلم بڑھتا جا رہا تھا۔ اس لئے مسلمانوں کے پاس ہجرت کے سوا اور کوئی چارہ کار نہ تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو مدینہ ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ حضرت عثمانؓ اور سیدہ رقیۃؓ بھی اسی قائلہ میں موجود تھے۔

سیدہ رقیۃؓ اور حضرت عثمانؓ کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ دو ہجرتوں کے مہاجر ہیں۔ دوبارہ ہجرت کی نشیلت ایک بہت بڑا شرف ہے۔

ایک دفعہ مکہ سے جہشہ ہجرت کی اور دوسری دفعہ مکہ سے مدینہ ہجرت کی۔

سیدہ رقیۃؓ کی اپنے خاوند کی اطاعت و خدمت گزاری

سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات اپنی صاحبزادی سیدہ رقیۃؓ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے جاتی کرتے تھے اور ان کی خیریت و ریافت فراتے تھے۔

ایک دفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی صاحبزادی سیدہ رقیۃؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ اس وقت وہ اپنے شوہر نادر حضرت عثمانؓ رضی اللہ عنہ کے سر کو دھو رہی تھیں تو آپ کی اس خدمت کو دیکھ کر ارشاد فرمایا۔

اے بیٹی! اپنے شوہر عثمانؓ کے ساتھ ہمیشہ اچھا سلوک رکھنا اور حسن معاملہ کے ساتھ زندگی برکرنا بے شک عثمانؓ میرے اصحاب میں سے اخلاقیات میں میرے ساتھ زیادہ مشاہد رکھتے ہیں۔

سیدہ رقیۃؓ کی بیماری

مدینہ میں اقامت کے دوران ۲ھ میں غزوہ بدر پیش آیا۔ جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

بھی شرکت فرمائی۔ آپ جادا میں تشریف لے گئے تھے کہ اس دوران آپ کی صاحبزادی سیدہ رقیۃؓ پیار ہو گئیں۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ خروہ کی بیماری تھی۔ ادھر غزوہ بدر کی تیاری ہو رہی تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ دن رات تیارداری میں مصروف رہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب صحابہ کرام کے ساتھ جادا پر تشریف لے جانے لگے تو آپؑ نے حضرت عثمانؓ سے فرمایا کہ رقیۃؓ بیمار ہیں۔ آپ ان کی تیارداری کے لئے مدینہ ہی میں شریں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ بن زیدؓ کو بھی حضرت عثمانؓ کے ساتھ مدینہ منورہ میں شرمنے کی ہدایت کی۔ حضرت عثمانؓ پر اس وقت عجیب و غریب کیفیت طاری تھی۔ ایک طرف فرض کی پکار تھی۔ جادا فی سبیل اللہ کا مرحلہ تھا۔ اسلام کی بقا کا معاملہ تھا۔ دوسری طرف ان کی یہوی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دفتر تھیں جو کہ بیمار تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ بدر میں شرکت کے لئے حضرت عثمانؓ کا ذوق و شوق اور جذبہ دیکھا تو فرمایا اگر تم جادا میں چلے گئے تو رقیۃؓ کی تیارداری کوں کرے گا۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا سیدی! کیا میں جادا کے شرف و فضل سے محروم رہ جاؤں گا۔ حضور نے فرمایا کہ حضرت رقیۃؓ کی تیارداری کرنے پر تم کو بدری صحابہ کے مساوی ہی اجر و ثواب ملے گا۔ حضور کے حکم پر حضرت عثمانؓ مدینہ میں شرمنے کے اور سیدہ رقیۃؓ کی تیارداری میں لگ گئے۔ علاج ہوا مگر کوئی افتدہ نہ ہوا۔

سیدہ رقیۃؓ کی وفات

آخر کارہ وقت آگیا جب تاجدار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری صاحبزادی سیدہ رقیۃؓ بنت حمزةؓ مرض الموت میں جلتا ہو کر تینس سال کی عمر میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملیں۔ حضرت رقیۃؓ نے نمایت صبر و استقلال کے ساتھ مصائب و مشکلات میں حضرت عثمانؓ کا ساتھ دیا۔ ایسی رفیقة حیات کی وفات کا صدمہ ایک فطری امر تھا۔

حضرت عثمانؓ نے نمایت حزن و ملال کے ساتھ سیدہ رقیۃؓ کی تجیزو و تکفیں کی۔

حضور کو سیدہ رقیۃؒ کی وفات کا صدمہ

حضرت عثمانؑ و دیگر اصحاب کرام ہیں ہی سیدہ رقیۃؒ کی تدفین سے فارغ ہوئے۔ مجاہدین اسلام نزدہ بدر سے واپس ہوتے ہوئے فتح کا علم لے کر مدینہ میں داخل ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جیسے ہی اپنی پیاری بیٹی کی وفات کی خبر ملی۔ دل رنج و الام سے بھر گیا۔ آنکھوں سے آنسو ڈھلک کر دامن ہو گئے۔ مگر جانے کے بجائے سیدہ رقیۃؒ کی قبر پر تشریف لائے۔ آنکھوں سے آنسو ڈھلک کر دامن مبارک پر گر رہے تھے۔ قبر پر ہاتھ رکھا اور فرمایا۔ اے باباکی جان! تو بھی ہمیں چھوڑ کر وہاں چلی گئی جماں حضرت عثمانؑ بن مظعون گئے ہیں۔

(حضرت عثمانؑ بن مظعون ایک جلیل القدر صالحی تھے۔ بھرت عبše میں بھی شریک تھے۔ مدینہ میں مهاجرین میں یہ پہلے شخص تھے جنہوں نے انتقال فرمایا۔

مهاجرین میں سے جنت البقیع میں دفن ہونے والے بھی یہی پہلے شخص ہیں۔
نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عثمانؑ بن مظعون بت عزیز تھے۔

ان کے انتقال پر رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم بہت مغموم ہوئے تھے اور اس غم میں آپ کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔ اسی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؑ بن مظعون کو بوسہ بھی دیا تھا۔

اسی نیمار پر آپ نے حضرت عثمانؑ بن مظعون کو اپنے سلف صالحین میں سے ذکر فرمایا ہے۔)
رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ جملہ نکنا تھا کہ مجمع کی تکمیل بندھ گئی

پورے مدینہ پر رنج و الام کی سو گوار نضا چھا گئی۔

عورتوں کی گریہ وزاری سن کر حضورؐ نے فرمایا۔

”اگر رنج و غم کا انعامار دل و آنسوؤں سے ہو تو کوئی حرج نہیں۔ زبان سے نوحہ کرنا یا وادیا کرنا“

گربان چاک کرنا جالمیت کی علامات ہیں اور شیطانی فعل ہیں۔“

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مفہوم ہونے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ سیدہ رقیۃؓ کا انتقال ان کی غیر موجودگی میں ہوا تھا۔ اور حضور علیہ السلام کے جنازے یا تجدید تلقین میں شرکت نہیں فرمائے تھے۔

بڑی بہن کی وفات پر چھوٹی بہن کا گریہ

سیدہ فاطمہ الزهراءؓ سیدہ رقیۃؓ کی سب سے چھوٹی بہن تھیں۔ اس چھوٹی بہن کو اپنی بڑی بہن کی وفات کا اس قدر صدمہ تھا کہ جب وہ نبی علیہ السلام کے ساتھ اپنی بہن کی قبر پر آئیں تو قبر سے لپٹ کر زار و ظمار روئی جاتی تھیں اور بہن کو یاد کرتی جاتی تھیں۔ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمۃ الزہرا کے آنسو اپنے ہاتھ اور چادر سے پوچھتے جاتے تھے اور صبر و سکون کی تلقین بھی کرتے جاتے تھے۔

سیدہ رقیۃؓ کی اولاد

سیدہ رقیۃ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے ایک بیٹا ہوا جس کا نام عبد اللہ تھا۔ یہ ولادت جب شہ میں ہوئی تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ نواسے بہت تونمند اور رخوبصورت تھے۔ عبد اللہ کی عمر تقریباً چھ برس کی تھی۔ ایک دن کھیل رہے تھے کہ مرغ نے آپ کی آنکھ پر چونچ مار دی جس سے آنکھ زخمی ہو گئی۔ اس زخم کی وجہ سے چہرہ پر درم آگیا اور یہی تکلیف آپ کی موت کا باعث بنی۔

نواسے کی وفات پر حضورؐ کا صدمہ

اپنے نواسے حضرت عبد اللہ بن عثمان رضی اللہ عنہ کا جب انتقال ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہایت غم زده ہوئے۔ اسی حالت میں آپ نے حضرت عبد اللہ کو گوہؓ میں اٹھایا۔ آپ کی چشم

مبارک سے آنسو رواں تھے۔ پھر آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے رحیم و شفیق بندوں پر رحم فرماتا ہے۔ آپ نے خود نماز پڑھائی۔ تدفین کے لئے حضرت عثمانؓ قبر مبارک میں اترے اور تدفین عمل میں آئی۔

اللہ کے رسول محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر بیٹی اور پھر نواسے کی وفات کا بے حد صدمہ تھا۔ لیکن اللہ کے پیارے رسول صبر و رضا اور تسلیم و دوفا کا پیکر تھے۔ اس لئے ان واقعات کو اللہ کی رضا سمجھ کر برداشت کر لیا۔ سیدہ رقیۃ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد کافی دن تک اللہ کے رسول نعمتیں رہے۔

سیده ام کلثوم

رضی اللہ تعالیٰ عنہا

سیدہ ام کلثومؓ بنت محمد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت یہد خدجۃ الکبریٰ کے بطن مبارک سے کہہ کر مدد میں ہوئی۔ ان کا اسم مبارک ام کلثومؓ ہی ہے۔ اور اس کنیت سے مشور ہیں۔ اور کوئی الگ نام نہیں۔ آپ اپنی بڑی بیٹی بن سیدہ خدجۃ رضی اللہ عنہا سے پانچ سال چھوٹی تھیں۔

سیدہ ام کلثومؓ کی پرورش اور تربیت

سیدہ ام کلثومؓ نے اپنی عظیم المرتبت والدہ ماجدہ ام المؤمنین حضرت خدجۃ الکبریٰ اور عالی مقام والد محمد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر سایہ تربیت پائی۔ سیدہ خدجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا۔

کلتات ام العیال و برالبیت

یعنی وہ بچوں کے لئے بہترین ماں اور گھر کے لئے بہترین منتظم ہیں۔ اور یہ اس عظیم المرتبت ماں کی تربیت کا اثر تھا کہ اللہ تعالیٰ نے سیدہ ام کلثومؓ کو ان تمام اوصاف سے نوازا تھا جو عورتوں کے لئے ضروری ہیں۔ سیدہ نہایت خوش بیان اور پاکیزہ طبیعت کی مالک تھیں۔

سیدہ ام کلثومؓ اور بیعت نبوی

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا اعلان فرمایا تو اس وقت آپ کی عمر دو سال کی تھی۔ بیعت نبوی کے موقع پر سیدہ ام کلثومؓ نے بھی اپنی دیگر بہنوں اور والدہ سیدہ خدجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے ہمراہ بیعت کی۔ اور ہجرت تک کہہ ہی میں قیام پذیر رہیں۔

سیدہ ام کلثومؓ کا پہلا نکاح

اعلان نبوت سے پہلے اس دور کے دستور کے مطابق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاجزاوی سیدہ ام کلثومؓ کا نکاح اپنے بچا ابوالسب کے بیٹے حبیب کے ساتھ کر دیا تھا (اور سیدہ رقیہ کا نکاح عتبہ کے ساتھ کیا تھا)

لیکن اسلام کی آواز بلند ہوئی۔ قرآن مجید نازل ہونا شروع ہوا۔ شرک و بدعت کی نہ مت شروع ہوئی تو حبیب کی صدائیں بلند ہونے لگیں۔

تو ابوالسب اور اس کی بیوی ام جبیل آپ کے سخت مخالف ہو گئے۔ ابوالسب آپ کا سماں بچا تھا مگر اس نے رشتہ داری اور لحاظ و مروت کو بالائے طلاق رکھ کر آپ کی مخالفت پر کربانہ لی اس پر اللہ تعالیٰ نے سورہ الحب نازل فرمائی۔ جس میں ابوالسب اور اس کی بیوی کا نام لے کر صراحت کے ساتھ ان کی نہ مت کی گئی۔ اس پر اس کا غصہ اور بھڑک اٹھا اور ام جبیل ہاتھ میں سکنریاں لے کر آپ کو مارنے کے لئے چڑھ دوڑی۔ نیز اس نے بدله لینے کی خاطر اپنے دونوں لڑکوں سے کہہ کر نبی علیہ السلام کی صاجزاویوں کو طلاق دلوادی۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کی صاجزاوی پر کرم فرمایا کہ اللہ کے دشمن حبیب بن الی الحب نے ان کو طلاق دے دی۔ اور وہ اپنی بیوی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی طرح تلخ زندگی پر کرنے سے بچ گئیں۔ ابوالسب کو یہ سب کچھ بتا رہا گا۔ اس نے اپنے بیٹے حبیب سے کہا کہ اگر میرے ساتھ رہنا چاہتے ہو تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ام کلثومؓ کو طلاق دے دو۔

بڑے بھائی عتبہ نے سیدہ رقیہ کو طلاق دے دی تھی۔ مگر چھوٹے بھائی حبیب نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدہ ام کلثومؓ کی شان میں گستاخی بھی کی۔ جس کی وجہ سے رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم کو بے حد تکلیف ہوئی۔ اور آپ نے حبیب کے حق میں بددعا فرمائی۔ حضور نے فرمایا۔

اللهم سلط على عتبہ كل بامن كل بايک

اے اللہ! حبیب پر اپنے کتوں میں سے ایک کتا مسلط فرمادے۔

عیبہ کی جانب سے سیدہ ام کلثومؑ کو طلاق

جیہے کا باپ ابو لعب جو کہ رشتہ میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا بچا تھا۔ مگر آپ کا سب سے بڑا دشمن بھی یہی تھا اور اللہ کے رسول کو تکلیف اور ایذا رسانی کا کوئی موقع بھی ہاتھ سے نہ جانے دیتا تھا۔

اس نے اس موقع کو بھی غنیمت جانا اور اپنے بیٹے عیبہ کو بلایا اور کماکہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ام کلثومؑ کو طلاق دے دو۔

چنانچہ عیبہ نے سیدہ ام کلثومؑ کو طلاق دے دی۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ سب بہت تکلیف ہے تھا۔

اور یہ سب کچھ ابو لعب کے ایسا پر ہو رہا تھا۔

ابو لعب کی بیوی ام جبیل بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستوں میں کائنے بچاتی تھی۔ ادھر مظالم کی انتہا ہو رہی تھی۔ ادھر اللہ کے رسول دین کی تبلیغ میں مصروف تھے۔

اللہ تعالیٰ کی مرضی و منشاء

سید رقیہ اور سیدہ ام کلثومؑ کا عتبہ اور عیبہ سے نکاح صرف انتساب نکاح تھا۔ رخصتی عمل میں نہیں آئی تھی کہ طلاق ہو گئی۔ دراصل اللہ تعالیٰ کی مرضی و منشاء یہی تھی کہ یہ معصوم نیک اور پاک پاک و پاک و امن بیہمان، ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور باعث تخلیق کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لخت جگران ناپاک مشرکین کے گھر نہ جائیں۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صائزداریوں نے یہ صدمات دین کی خاطر برداشت کئے۔ اور وہ اجر و ثواب کی مسحق قرار پائیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کے بڑے بلند مراتب ہیں۔

شعب الی طالب میں محصور ہونا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان جب مجبوراً "کہ کوچھوڑ کر شعب الی طالب میں گئے تو نبی
ہاشم نے بھی قرابت داری کی بنا پر حضور کا ساتھ دیا۔

اس قائلہ میں سیدہ خدیجۃ الکبریٰ اور ان کی صاحبزادیاں بھی تھیں۔

بڑھاپے کی کمزوری اور مصائب کی شدت سے ام المؤمنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی زندگی دو بھر ہو گئی اور انہیں یقین ہو چلا کہ اب میرا وقت قریب آن پہنچا ہے۔ وہ صرف زوج کشم
صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے بھی رہی تھیں اور اپنی کنواری بیٹیوں کی خاطر جینا چاہتی تھیں۔

ایک رات وہ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے پاس سورہ تہیں کہ انہوں نے زیر اب اپنے آپ
سے کہا۔ اے کاش اجل مجھے اتنی مہلت دے دے کہ میں اس مسیبت سے نجات پا کر اپنی
آنکھیں محنتی کرلوں اور پھر عالم عقبی کو رو انہ ہو جاؤں۔ سیدہ ام کلثوم نے جن کی آنکھ کھل گئی
تھی یہ سن کر کہا اے امی جان! آپ کوئی خوف و تردد نہ کریں۔ انہوں نے سیدہ ام کلثوم رضی اللہ
عنہا کی دل جمعی کی خاطریات بدل کر کہا ہاں بیٹی! مجھے کوئی دکھ نہیں۔ قریش کی کسی عورت نے مجھے
چیزیں عیش و عشرت اور فراوانی کے دن نہیں دیکھے۔ اور نہ دنیا کی کسی عورت نے مجھے جیسی عزت
پائی ہے۔ دنیا میں میرے لئے بس یہی کافی ہے کہ میں اللہ کے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی یہوی
ہوں اور آخرت میں بھی میرے لئے یہی کافی ہے کہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر سب
سے پہلے ایمان لائی ہوں اور یہ کہ میں ام المؤمنین ہوں اس کے بعد سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے
آنسوںکل آئے اور کہا۔ اے اللہ! میں تیری رضا پر راضی ہوں اور تیری ملاقات سے گرو نہیں
کرتی لیکن میں چاہتی ہوں کہ تیرے احسانوں کی شکر گزار ہو کر تیرے دربار میں پہنچوں۔

شعب الی طالب میں بچے بھی محصور تھے۔ ان میں سیدہ ام کلثوم بھی اپنی بہنوں کے ہمراہ تھیں۔ یہ
محروم شزادیاں بحکم و پیاس سے آہ و زاری کرتیں تو آسمان کا لکھیج بھی پھٹنے لگتا تھا۔

تاجدار دو عالم ان بچوں کی بے بی دیکھ کر خاموش رہ جاتے۔

آخر کار تین سال بعد اس بائیکاٹ کا خاتمه ہوا۔

حضرت ابوطالب کا کردار

ایک طرف تو حضور کے پچھا ابو لب نے اپنے سنتیج اور ان کے پیروکاروں کا جینا حرام کیا ہوا تھا۔ وہ محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایڈ ارسانی اور تکلیف و عتاب کا کوئی موقع خواہ وہ ذہنی ہو یا جسمانی ہاتھ سے جانے نہیں دیتا تھا۔ تو دوسری طرف حضرت ابو طالب تھے۔ اگرچہ وہ اپنے آبائی دین پر قائم تھے مگر اپنے سنتیج محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر طرح دلداری فرماتے تھے۔

شعبابی طالب میں بھی آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قید رہے۔ وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل خانہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ان معصوم بچیوں کی دیکھ بھال کرتے رہے۔

شعبابی طالب میں محصور رہنے کے علاوہ بھی ہر مقام و منزل پر حضرت ابوطالب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے معادن رہے۔

لیکن ان کے کفر پر قائم رہنے کا اللہ کے رسول کو برا قلق تھا۔

مدینہ منورہ کی طرف ہجرت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم خداوندی سے مکہ سے مدینہ کی جانب ہجرت فرمائی۔ تو اس سفر ہجرت میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے رفیق سفر تھے۔

شروع میں ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر پر قیام تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام اہل خانہ اس وقت تک مکہ میں مقیم تھے کچھ عرصہ بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ ان کو بھی میان بلا لیا جائے۔

ابورافع اور زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما کو آپ نے مکہ بھیجا۔ سواریاں بھی ہمراہ بھیجیں اور زاد سفر بھی دیا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے عبداللہ کو خط لکھا کہ وہ بھی اپنے اہل خانہ اسی پاک قافلہ کے ساتھ بیجیں دے۔

یہ دونوں خاندان ہمراہ مدینہ منورہ پہنچے۔ جس وقت یہ قافلہ مدینہ پہنچا سرکار مدینہ منورہ اس وقت مسجد نبوی کی تعمیر میں مصروف تھے۔
اس قافلے میں سیدہ ام کلثومؓ بھی تھیں۔

سیدہ ام کلثومؓ کا نکاح

ایک موقع پر مولائے کائنات محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا کہ مانا ازواج بناتی
ولکن اللہ تعالیٰ یہ زوجہن

”یعنی میں اپنی صاحبزادیوں کو اپنی مرضی سے کسی کے ساتھ نہیں بیاہتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے
ان کے نکاح کے فیصلے ہوتے ہیں۔“

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان سے یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ سیدہ زینبؓ کا نکاح
حضرت ابوالعاصؓ سے، سیدہ رقیۃؓ و سیدہ ام کلثومؓ کا نکاح حضرت عثمانؓ سے، اور سیدہ نساء اہل
البخت سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کا نکاح حضرت علیؓ سے جگمن خداوندی ہوا تھا۔

سیدہ رقیۃؓ کے انقال کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بنت علگین رہتے تھے۔ ایک دن نبی
علیہ صلواتہ و السلام نے آپ کو مغموم دیکھ کر پوچھا کہ اے عثمان! تم نے اپنی یہ کیا حالت بنا رکھی
ہے۔

حضرت عثمان نے فرمایا۔ سرکار! مجھ سے زیادہ غم زدہ اور کون ہو سکتا ہے۔ آپ کی لخت بگر رحلت
فرما چکی ہیں۔ سیدہ رقیۃؓ کی وفات کے بعد میرا رشتہ خاندان نبوت سے منقطع ہو چکا ہے۔

ام عیاشؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنی بیٹی ام کلثومؓ کو
حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عقد میں دینے کا ارادہ کر لیا ہے اور یہ حکم مجھے بذریعہ وحی

میرے رب نے دیا ہے۔

جتاب محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ حضرت عثمانؓ سے کہا۔

اے عثمان! حضرت جبراکل مجھ کو خبر دے کر گئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں ام کلثومؓ کا عقد آپ کے ساتھ کروں اور جو مریضہ رقیۃؓ کے لئے مقرر ہوا تھا وہی مریضہ ام کلثومؓ کا بھی ہو۔

چنانچہ سیدہ ام کلثومؓ کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ ہو گیا۔

ایک دن حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے اور اپنی بیٹی حضنے کے متعلق عرض کیا کہ ان کے ساتھ عقد فرمائیں۔ حضرت حضنے یوہ تھیں ان کا نکاح نیس بن حذافہ کے ساتھ ہوا تھا۔ انہوں نے بھی جب شہ کی جانب بھرت کی تھی بھرت سے واپسی پر بدرو احمد میں شریک ہوئے۔ احمد میں زخی ہوئے اور وفات پائی۔ حضرت عمرؓ کو اپنی بیٹی یوہ بیٹی کا بڑا صدمہ تھا۔ حضرت عثمانؓ نے اس عقد کے لئے فوری کوئی حای نہیں بھری۔ انہوں نے اس واقعہ کا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے تذکرہ کیا۔

حضور نے فرمایا

”گھبرا نے کی ضرورت نہیں۔ حضنے کی شادی اس شخص سے ہو گی جو عثمانؓ سے بہتر ہے۔ اور عثمانؓ کی شادی حضنے سے بہتر عورت سے ہو گی۔“

چنانچہ حضرت حضنے کی شادی محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو گئی اور حضرت عثمانؓ کی شادی سیدہ ام کلثومؓ سے ہو گئی۔

سیدہ ام کلثومؓ کا نکاح حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ربیع الاول سنہ ۳ھ میں ہوا۔ اسی سال رخصتی عمل میں آئی۔

سیدہ ام کلثومؓ رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت عثمان سے ہو گئی۔ پہلی شب ان کے آنسو ہی نہ تھی تھے۔ انہیں اپنی پیاری بن سیدہ رقیۃؓ رضی اللہ عنہا بتایا د آرہی تھیں۔ آج گھر میں خوشیوں کی

گھڑیاں تھیں۔ چار سو گیت اور خوشی کے ترانے تھے لیکن بہن کی یاد میں شادی کی خوشی سے گیتوں کی جگہ غم اور کرب کی کیفیت تھی۔ یہ وجہ بھی تھی کہ جب کسی لوگ کی کی شادی ہو جاتی ہے تو اسے ماں باپ کا گھر چھوڑ کر اپنے شوہر کا گھر آپا دکرنے جانا پڑتا ہے اور یہ صورت حال کے لحاظ سے انتہائی رنج و غم اور افسوسگی کا موقع ہوتا ہے۔ کیونکہ اسے اپنے پیدائش کے مقام، بچپن، جوانی کے قیام، ماں باپ اور خوشی و سمرت سے گوارے ہوئے ماہول کو خیریاد کر کر بالکل ایک نئے ماہول کا رخ کرنا پڑتا ہے جہاں نئے ماہول میں نئی زندگی شروع ہوتی ہے۔ وہ اپنی فطری حیا کے باعث اپنی پریشانی اور تکالیف کو چھپا کر رکھتی ہے۔ وہ اپنے آنسو خاموشی سے بہاتی ہے کہ مبارا اس کو کوئی روتا ہوا نہ دیکھے۔ سیدہ ام کلثومؓ بھی ایسی ہی لوگی تھیں جو اپنے بابا جان کا گھر چھوڑ کر جا رہی تھیں۔ لہذا ان کے آنسو ایک فطری امر تھا۔

یہی حال حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا بھی تھا۔ انہیں بھی سیدہ رقیۃؓ یاد آرہی تھیں۔ وہ رقیۃؓ جنہوں نے ان کے ساتھ دو مرتبہ بھرت کی سختیاں برداشت کیں۔ اور سفر کی صعوبتیں اور پریشانیاں جھیلیں۔

بہر طور پر ام کلثومؓ بھی سیدہ رقیۃؓ سے کم نہ تھیں۔ اپنے بابا محمد علیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت یافتہ مرحومہ بہن کی ہو ہو تصویرِ حسن و جمال میں چاند کا گلرا۔

ذوالنورین[ؒ]

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے عقد میں یکے بعد دیگرے محمد الرسول اللہ اور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں آئیں۔ اس لئے پارگاہ رسالت سے آپ کو ذوالنورین یعنی دو نور والے کا خطاب ملا۔

حضرت آدم علیہ السلام سے قیامت تک حضرت عثمانؓ کے علاوہ کوئی شخص ایسا نہیں گزرا جس کے ہاں کسی نبی کی دو بیٹیاں نکاح میں آئی ہوں۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نہایت بلند اخلاق کے مالک تھے۔ شریف اور حلیم الطبع تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کے نہایت خلصانہ قرابت داری تھی۔ اسی لئے آپ نے یکے بعد دیگرے اپنی دو شاہزادیاں ان کے نکاح میں دے دیں۔

حضرت عثمانؑ کا بلند مرتبہ

ایک مرتبہ سیدہ ام کلثومؓ نے اپنے اباجان محمد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی نظر میں ان کے شوہر حضرت عثمانؑ کا کیا مقام ہے۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا

”اے میری بیٹی! تمرا شوہر عثمان ان لوگوں میں سے ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ محبت کرتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسولؐ بھی ان سے محبت کرتے ہیں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے سیدہ ام کلثومؓ کو یہ شوہر خوش رکھا۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا پر ایک بیش قیمت چادر دیکھی جو ریشم کی دھاریوں سے بنی ہوئی تھی۔ حضرت ام کلثومؓ کا لباس انتہائی عمده ہوتا تھا کیونکہ سیدنا عثمان غنیؑ رضی اللہ عنہ ایک متمول فرد تھے۔ اور اس نسبت سے سیدہ ام کلثومؓ بیش قیمت کپڑے استعمال فرماتی تھیں۔“

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا اپنے شوہر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے فرماتیں ”میں نے اپنے بیبا سے سنا ہے کہ آپ جنت کے مقربین میں سے ہیں۔ سب سے زیادہ قرب خداوندی کے مستحق لوگوں میں آپ بھی شامل ہیں اور فرشتے آپ کے وقار و تواضع اور خیثت الٰہی کے سبب آپ سے شرماتے ہیں۔ نیز بے پناہ مال خرچ کرنے سے اللہ تعالیٰ کے رسولؐ اور مسلمان بھی آپ سے بے حد محبت کرتے ہیں۔“

حضرت عثمانؑ اپنی الپیہ سیدہ ام کلثومؓ کی باتیں سن کر اپنا چہرہ زمین پر گاؤں لیا کرتے تھے۔ اس کا سبب ان کا طبع حیا اور تواضع تھا۔ پھر زاہدوں اور صالحین کی بھی عادت بھی ہے کہ اپنی تعریف پر اتراتے

نہیں ہیں بلکہ عاجزی اور مکسر الرزا جی ان کا خاصہ ہوتی ہے۔

پھر سیدہ ارشاد فرماتیں

”میں نے اپنے بابا کے مقربین اصحاب کرام سے سنا ہے کہ آپ ہی تھے جنہوں نے ”بررومہ“ خرید کر مسلمانوں اور تمام اہل مدینہ کے لئے وقف کر دیا اور لوگوں کو پیاس کی موت مرنے سے بچالیا۔ اور آپ نے اپنی جیب خاص سے ایک قطعہ زمین خرید کر مسلمانوں کو ہدیہ کر دیا۔ جس سے انہوں نے مسجد نبوی سے توسعہ کی اور آپ نے اپنے تجارتی قافلہ کو جو شام سے واپس آیا۔ بغیر کسی معاوضہ و صلح کے اہل مدینہ کے لئے وقف کر دیا۔

اور آپ ہی نے روم کی عظیم سلطنت کے مقابل جانے والے لشکر کو تنگی کا شکار ہونے سے بچانے کے لئے ہر طرح کے ضروری ساز و سامان سے آراستہ کر دیا۔
عثمان! میرے شوہر نادر، آپ کے لئے صد ہزار مبارک، جو آپ نے آگے بھیجا اور اللہ کے راستہ میں خرچ کیا۔

قابل رشک ازو ابی زندگی

سیدہ ام کلثومؓ کی ازو ابی زندگی نہایت خوشگوار تھی سیدہؓ خود بھی نیک سیرت اور مہذب خاتون تھیں۔ آپ تقریباً ”چھ سال تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر رہیں۔ محبت والفت اور باہمی ازو ابی ہم آہنگی کا یہ عالم تھا کہ کبھی رنجش پیدا نہیں ہوئی۔ حضرت عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سیدہ ام کلثومؓ نے اپنے بابا جان سے سوال کیا۔ اے بابا جان! میرے شوہر عثمان زیادہ اچھے ہیں یا میری بہن فاطمۃؓ کے شوہر علیؓ؟

اللہ کے رسولؐ نے فرمایا تمہارے شوہر! کیونکہ وہ اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت کرتے ہیں۔ اللہ اور اس کا رسولؐ اس سے محبت کرتے ہیں مزید فرمایا کہ جب جنت میں مجھے سیر کرائی گئی تو وہاں مجھے عثمان کا مکان بھی دکھایا گیا۔ میں نے دیکھا کہ میرے تمام دامادوں میں ان کا مکان سب

سے بلند و بالا ہے۔

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی ازواج کے ساتھ حسن سلوک روا رکھا کیونکہ ان کے سامنے اللہ کے رسول "کا اسوہ جنس موجود تھا۔

حدیث شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ جب بعض شوہروں نے اپنی بیویوں کو جنگ کیا اور مارا پینٹا تو انہوں نے محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں اپنے شوہروں کی شکایت کی تو اللہ کے رسول نے ان کو اس ظالمانہ طرزِ عمل سے روکا اور عورتوں کے ساتھ شفقت سے پیش آنے کی تلقین کی۔

اللہ کے رسول نے فرمایا:

"یاد رکھو! اپنی بیویوں کو ستانے والے لوگ اچھے آدمی نہیں ہیں۔"

ایک اور جگہ فرمایا:

"تم میں اچھا آدمی وہ ہے جو اپنی بیوی کے لئے اچھا ہو اور تم سب سے زیادہ میں اپنی بیویوں کے لئے اچھا ہو۔"

یہ ہیں ہمارے نبی کی تعلیمات

حقیقت تو یہ ہے کہ نبی علیہ السلام کے تمام دامادوں نے نبی کے اسوہ حسن پر چل کر دکھایا اور کبھی اپنی ازواج یعنی اللہ کے رسول "کی صاحبزادیوں پر کوئی جبرا اور تشدد نہیں کیا۔

سیدہ ام کلثومؓ کی وفات

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا ۸۰ھ میں انتقال ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ تیسری صاحبزادی بھی نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اس دنیا سے رخصت ہوئیں۔ جس وقت سیدہ ام کلثومؓ کی وفات ہوئی اس وقت ان کی عمر صرف بائیس سال کی تھی۔ سیدہ ام کلثومؓ کے انتقال کے بعد ان کے غسل و کفن و دفن کے تمام انتظامات جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

زیر گرفتاری ملے پائے۔

ام عطیہ انصاریہ فرماتی ہیں غسل کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ جیری کے پتوں سے پانچ یا سات مرتبہ غسل دلائیں۔ اس کے بعد آخر میں کافوری خوبصورگائیں اور جب غسل سے فارغ ہوں تو مجھ کو اطلاع دیں۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دی گئی تو آپ نے ہمیں کفن کے کپڑے دیئے۔ پہلے چادر پھر تیض پھر اونٹھنی۔ اس کے بعد ایک چادر پھر آخر میں بڑی چادر جس سے تمام جسم پہبیٹ دیا گیا۔

سیدہ ام کلثومؓ کی نماز جنازہ

جب سیدہ ام کلثومؓ کا غسل اور کفن مکمل ہو پکا تو ان کی نماز جنازہ کے لئے ان کے اباجان سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جنازے کے ساتھ ساتھ تشریف لائے۔ آپ اس وقت رنج و غم سے بڑھاں تھے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نماز جنازہ پڑھائی۔ جمیع صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اتعین نے آپ کی اقتداء میں نماز جنازہ میں شرکت کی۔

سیدہ ام کلثومؓ کی تدفین

نماز جنازہ کے بعد سیدہ ام کلثومؓ کی تدفین کے لئے ان کو جنت البقیع میں لا یا گیا۔ اس وقت قبر مبارک تیار ہو رہی تھی۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم قبر کے قریب بیٹھ گئے آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

حضرت علی، حضرت علی، حضرت فضل بن عباس اور حضرت اسماء رضوان اللہ علیہم اتعین نے میت کو قبر میں اتارنے میں معاونت کی۔

اس طرح سیدہ ام کلثومؓ کی تدفین عمل میں آئی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

سیدہ ام کلثومؑ کی وفات کا حضورؐ کو صدمہ

سیدہ ام کلثومؑ کی وفات کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بے حد صدمہ تھا۔ کفن دیئے جاتے وقت بھی آپ کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ جب جنازہ کو نماز کے لئے لے جایا گیا اس وقت بھی میرے مولیٰ کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ قبر کی تیاری کے وقت جب محبوب کائنات قبر کے قریب بیٹھے تھے اس وقت بھی رنج والم چرو انور پر نمایاں تھے۔ میں نے دیکھا کہ فرط غم سے آنسو ان کی آنکھوں سے روائی تھے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی صاحبزادیوں سے بے انتہا شفقت اور محبت فرماتے تھے۔ صرف محبت ہی نہیں بلکہ احترام و اکرام بھی فرماتے۔ حضور کی تین صاحبزادیاں ان کی حیات مبارکہ میں اس دارفانی سے رخصت ہوئیں تو ان کی وفات و تدفین کے موقع پر باعث تخلیق کائنات کی آنکھوں سے آنسو روائی ہو گئے۔ دل فرط غم سے بھر گیا۔ یہ تھی اللہ کے نبی کی اپنی صاحبزادیوں سے محبت اور حسن سلوک۔

حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کیوں رنجیدہ تھے؟

تفہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی صاحبزادیوں سے بے انتہا محبت فرماتے تھے۔ انہوں نے اپنی تین صاحبزادیوں کو اپنے ہاتھوں ان کی لحد مبارک میں اتارا۔

اور اپنی صاحبزادیوں کو یوں اللہ کے سپرد کرتے ہوئے اللہ کے نبی کا دل شق ہو جاتا تھا۔ یہی وہ نبی ہے جو اپنی صاحبزادیوں کی آمد کے وقت ان کے احترام میں کھڑا ہو جاتا تھا۔ ان کی گردن اور دست مبارک پر بوسہ دیتا تھا۔ ان کے لئے اپنی کملی بچھادتا تھا۔

لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس طرز عمل سے لوگوں کو ایک بات اور ایک خاص نکتہ سمجھانا چاہتے ہیں۔ اسلام کے نظریہ کی وضاحت کرنا چاہتے ہیں۔

نگری اساس اور شافتی انقلاب کی بنیاد رکھنا چاہتے ہیں۔

آپ نے ایک مرتبہ فرمایا۔

لوگی ایسی چیز نہیں جس کو زندہ دفن کر دیا جائے۔

دیکھو میں اپنی صاحبزادیوں کے ہاتھوں کا بوسہ لیتا ہوں۔ ان کو اپنی مند پر بٹھاتا ہوں۔ میں ان کا بے حد احترام اور عزت کرتا ہوں۔

دوسرے انسانوں کی طرح عورت بھی ایک انسان ہے۔ خدا کی نعمتوں میں سے ایک نعمت ہے۔ خدا کا اعطا ہے۔

سیدہ ام کلثومؓ کی وفات کا حضرت عثمانؓ کو صدمہ

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو آپ کی وفات کا بے حد صدمہ تھا۔ آپ پر بار بار غشی طاری ہوتی تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی اس کیفیت کا اندازہ تھا۔ حضور نے فرمایا۔

”اگر میری چالیس بیٹیاں بھی ہوتیں تو میں یکے بعد دیگرے عثمان کے نکاح میں دے دیتا۔“

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

”اگر میری سو بیٹیاں بھی ہوتیں اور وہ یکے بعد دیگرے فوت ہوتی جاتیں تو میں ان کو عثمان کے نکاح میں دیتا جاتا۔“

ایک موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

”اب میرے پاس کوئی بیٹی نہیں درندہ میں مزید عثمانؓ کے نکاح میں دے دیتا۔ میں نے اپنی جن دو بیٹیوں کا نکاح عثمان سے کیا تھا۔ وہ اللہ کے حکم کی قیل میں کیا تھا۔“

اولاً

سیدہ ام کلثومؓ کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ سیدہ ام کلثومؓ ”تقرباً“ چھ سال حضرت عثمان غنی رضی

اللہ عنہ کے ہاں رہیں۔ اور زوجین کے ازدواجی تعلقات بھی خوش گوار رہے مگر اللہ کی مصلحت کے حضرت ام کلثومؓ سے حضرت عثمانؑ کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

سیده فاطمه الزهراء

سیدة نساء اهل الجنۃ

ولادت

جب سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا مام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے متولد ہوئیں اس وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر پنٹیس سال کی تھی۔

ایک دن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ ابھی ابھی جرسیل علیہ السلام تشریف لائے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے خوشخبری بھجوائی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے بطن سے ہمیں ایک ایسی بیٹی عطا کرے گا جس کے ذریعہ ہماری نسل آگے چلے گی۔

سیدہ فاطمہ الزہراؓ کی ولادت اس خوشخبری کے بعد وجود میں آئی۔

سیدہ فاطمہ الزہراء کے القاب

زہراء اور بتوں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے القاب ہیں۔

زہرا اس لئے کہ ان کا چہرہ بست سفید تھا جس سے انوار پلتے تھے۔ وہ نماز ادا فرماتیں تو ان کے چہرے کے نور سے محراب روشن ہو جاتی۔ اور دائیں بائیں کا ماحول روشن ہو جاتا اور بتوں اس لئے کہ وہ عورتوں کے زیادہ اختلاط سے دور رہتیں اور ان کے شب و روز اللہ تعالیٰ کی عبادت، نماز اور قرات میں گزرتے تھے۔

سیدہ کی کنیت ام الحسین ہے۔ سیدۃ النساء اہل لعجتہ یعنی جنتی خواتین کی سردار آپ کا خصوصی لقب ہے۔

سید فاطمہ الزہراؓ کا بچپن

سیدہ فاطمہؓ اپنے تمام بھائی اور بہنوں میں سب سے چھوٹی تھیں۔ آپ نے اپنی والدہ ماجدہ ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے زیر سالیہ تربیت اور پرورش پائی اللہ تعالیٰ نے

آپ کو نہایت صالح طبیعت اور خصوصی وقار سے سرفراز فرمایا تھا۔

ابھی آپ پانچ سال ہی کی تھیں کہ آپ کی والدہ ماجدہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا اس دنیا سے رحلت فرمائی گئیں۔ اور آپ ماں کی شفقت سے محروم ہو گئیں۔

سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی خصوصی تربیت فرمائی۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ سیدہ فاطمۃ الزهراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا اسوہ محمدی کا کامل اور مکمل نمونہ تھیں۔ آپ کی چال ڈھال۔ گفتگو وغیرہ میں محمد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جھلک نہیاں نظر آتی تھی۔

حدیث میں آتا ہے کہ سیدہ فاطمۃ الزہراء جب چلتی تھیں تو آپ کی چال ڈھال میں محمد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جھلک نہیاں نظر آتی تھی۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں۔

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح اٹھنے بیٹھنے، نشست و برخاست اور عادات و اطوار میں حضرت فاطمۃؓ سے زیادہ مشابہ میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے طور طریق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ مشابہ تھے۔ آپ کی گفتار اور رفتار اپنے والد ماجد محمد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت ملتی جلتی تھی۔

سیدہ فاطمہ بچپن ہی سے طیم الطبع اور تھائی پند تھیں۔ اپنے بچپن میں بھی بچوں کی طرح انہوں نے کبھی ضد نہیں کی۔ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد زیادہ تر اپنا وقت اپنی بڑی بہنوں سیدہ رقیہ اور سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہما کے ساتھ گزارتی تھیں۔ یہ صاحب فضیلت بہیں بھی اپنی چھوٹی بیٹی سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ کے ساتھ بہت شفقت فرماتی تھیں۔

سیدہ کشم الاخلاق تھیں۔ شریف النفس، بات کی کچی، مسکینوں پر مریان، اپنے پاس موجود ہرجیز ساکلوں کو بخش دینے والی۔ خواہ خود بھوکا رہتا پڑے۔ دنیا کی مرغوبات اور اس کے مال و اسباب سے مطلقاً لاتعلق۔ ان کا دل اپنے پروردگار کی محبت میں ڈوبا رہا تھا۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے والد ماجد کے حوالے سے ارشاد فرماتی تھیں۔

”میں نے بابا سے سنا۔ بابا فرماتے تھے کہ میرے پروردگار نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو بطاہکہ کو سونے میں بدل دوں میں نے عرض کیا نہیں میرے اللہ! میری خواہش یہ ہے کہ ایک دن پیٹ بھر کر کھاؤں اور ایک دن بھوکا رہوں جس دن بھوکا رہوں تجھے یاد کروں تیری بارگاہ میں تضرع کروں۔ جس دن پیٹ بھر کر کھاؤں تیری حمد و شانیاں کروں۔“

اس لئے انہوں نے اپنے بابا کی تعلیمات کے مطابق زاہدانہ زندگی گزاری۔

دنیا اس کی مرغوبات اور اسکی پسندیدہ چیزوں سے دور دور۔ سیدہ نے اپنے بابا سے فصاحت و بلاغت اور حکمت و دانائی کو دراثت کے طور پر پایا۔

وہ پس پرده لوگوں سے خطاب کرتیں اور دینی تعلیمات کا درس دیتیں تو لوگ شدید آہ و بکاء کرتے۔ بات کرتیں تو دل دل جاتے۔ جسم پر کچکی طاری ہو جاتی۔

اللہ تعالیٰ کی حمد و شان سے دل پیچ جاتے۔ ماں کی نعمتوں کا عرفان انہیں خوب حاصل تھا۔ اور فضل الہی پر شکر میں ان کا روای رواں ڈوبا رہتا تھا۔

سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا بچپن ہی سے بڑی صاحب فہم و فراست تھیں۔ ایک دن انہوں نے اپنی والدہ مکرمہ ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ ای جان! اللہ تعالیٰ کی نشانیاں تو ہمیں ہر سمت نظر آتی ہیں کیا ہم کو اللہ کا دیدار بھی عطا ہو گا۔ ام المومنین حضرت خدیجہ نے فرمایا جب ہم اللہ اور اس کے پاک پیغمبر ایمان لا میں گے۔ اچھے عمل کریں گے۔ اللہ کے بندوں سے اچھا سلوک روا رکھیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کو صحیح طور پر منیں گے تو یقیناً روز محشر ہم کو دیدار خداوندی عطا ہو گا۔

سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کی تربیت

سیدہ فاطمہؓ ابھی پانچ سال ہی کی تھیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہو گیا۔ یہ سیدہ کے

لئے عظیم صدمہ تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہؓ کی تعلیم و تربیت اور پرورش اس انداز سے کی جو آئندہ آئندے والی تمام عورتوں کے لئے نمونہ تھی۔

حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد امام المومنین حضرت سورہ حضرت ام بین نے بھی آپ کی تربیت اور پرورش میں اہم کردار ادا کیا۔ ان کے علاوہ آپ کی بہنوں سیدہ زینب، سیدہ رقیۃ، سیدہ ام کلثوم رضوان اللہ ملکہ بھی سیدہ فاطمہ کی ہمسہ وقت دل جوئی فرماتی تھیں۔

سیدنا امام زین العابدین فرماتے ہیں کہ حضرت ام سلہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ عقد فرمایا تو سیدہ فاطمہؓ کو میرے پروردگار کا کہ ان کی تربیت میں اپنا کردار ادا کروں۔ وہ فرماتی ہیں کہ خدا کی قسم میں نے ان سے آداب و معاشرت یکھی۔ حضرت ام سلہؓ کے علاوہ سیدہ فاطمہؓ کی تربیت میں فاطمہ بنت اسد نے بھی اہم کردار ادا کیا۔ فاطمہ بنت اسد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں۔ جن کی وفات پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا یہ میری ماں کے بعد میری ماں تھیں۔

رسول اللہؐ کی خدمت

سیدہ فاطمہؓ بچپن ہی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی خدمت گزار تھیں۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حرم شریف میں نماز پڑھ رہے تھے۔ قریش کے چند بد معاشوں نے شرارت کی غرض سے اونٹ کی اوچڑی لاکر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ڈال دی اور خوشی سے تالیاں بجانے لگے۔ کسی نے سیدنا فاطمہؓ کو بتایا وہ دوڑی دوڑی آئیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سے اس اوچڑی کو اتار کر پھینکا۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو سرکار نے ان بد معاشوں کے لئے بددعا فرمائی، جو قبول ہوئی۔

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کہ کی ایک گلی میں سے گزر رہے تھے کہ کسی بدجنت نے مکان کی چھٹ پر سے آپ کے سر مبارک پر گندگی پھینک دی۔ آپ اسی حالت میں گھر تشریف لائے۔

سیدہ فاطمہؓ نے یہ حالت دیکھی تو رونے لگیں۔ آپ نے سر مبارک اور کپڑوں کو دھویا۔ اور فرمایا بابا جان! آپ لوگوں کو دین کی دعوت دیتے ہیں سیدھا راستہ چاتے ہیں اور لوگ آپ کرتاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا بیٹی! تیرا باپ بخوبیام لے کر اٹھا ہے وہ اس پیغام کو ہر کچھ کے مکان تک پہنچا کر ہی دم لے گا اللہ تعالیٰ تیرے باپ کا محافظ ہے۔

جب آپ مسجد حرام تشریف لے جاتے تو راستے میں ہر شخص آپ کا مذاق اڑاتا اور آپ کی تکشیب کرتا یہ سب کچھ سیدہ فاطمۃ الزہراؑ آپ کے پیچھے پیچھے اپنی آنکھوں سے دیکھتی جاتیں اور کڑھتی جاتیں۔

اپنے والد محترم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس درجہ خدمت کی کہ خود سے بے نیاز ہو گئیں اور یہی ان کا مشن تھا۔ حتیٰ کہ میں ان کا نام پڑ گیا۔ فاطمہ۔ جو اپنے باپ کی ماں کے مشیں ہیں۔ کیونکہ وہ اپنے عظیم باپ کے لئے اسی طرح کدار ادا کر رہی تھیں جس طرح ماں اپنے پیچے کے لئے کرتی ہے اور وفادار بیٹی کا کدرار بھی۔

جس طرح سیدہ فاطمہ نے اپنے سکون اور آرام کو اپنے والد ماجد کے لئے قریان کر دیا تھا اسی طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنی اس بیٹی کو اس طرح چاہتے تھے کہ کوئی کیا چاہے گا۔ اسی لئے تو آپ نے فرمایا تھا۔

”فاطمہ کا، ناراضیگی میں میرے اللہ کی ناراضیگی ہے اور اس کی رضا میں میرے مالک کی رضا ہے اور یہ فاطمہ میرے جسم کا غلزار ہے۔ اس کی خوشی میں میری خوشی اس کی ناراضیگی میں میری ناراضیگی۔“

سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نہ صرف عمومی حالات میں بلکہ جنگلوں اور سخت ترین حالات میں بھی نہایت ولری اور ثابت قدی سے اللہ کے رسول کی حفاظت کرتی رہیں اور ان کا دفاع کرتی رہیں۔

جنگ احمد میں اللہ کے پاک پیغمبر محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک شہید ہو گئے

تھے۔ جبین مبارک بھی زخمی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی میدان جنگ ہی میں تھے۔ سیدہ فاطمہ الزهراء فوراً احد پہنچیں۔ اپنے بابا جان کے چہرے کوپانی سے دھویا۔ خون صاف کیا۔ پیشانی سے اب بھی خون بسہ رہا تھا اس لئے راکھ کا ٹکڑا جلا کر اس کی راکھ اپنے بابا جان اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زخم پر رکھی۔ جس سے خون بند ہو گیا۔

جنگ خندق میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل ہوئیں۔ پیغمبر اکرم نے چند روز سے کچھ نہیں کھایا تھا۔ اس لئے ان کو روٹی کے کچھ ٹکلوے فراہم کئے۔ فتح کمک کے موقع پر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خیر نصب کیا۔ ان کے ننانے دھونے کے لئے پانی فراہم کیا تاکہ اللہ کے رسول اپنے بدن سے سفر کی گرد و غبار دور کر کے اور کپڑے بدلت کر مسجد الحرام کی طرف جائیں۔

مددیہ کی طرف بھرت

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف بھرت فرمائی تو ہم کو اور اپنی بیٹیوں کو مکہ ہی میں چھوڑ گئے تھے۔ پھر کچھ مدت بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اہل و عیال اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اہل و عیال کو مدینہ منورہ بلانے کا انتظام کیا۔ آپ نے حضرت زید کو مدینہ بھیجا تاکہ آپ سیدہ ام کلثومؓ سیدہ فاطمۃ الزهراءؓ اور دیگر اہل بیت کو لے کر مدینہ آئیں۔ حضرت زید کے ہمراہ حضرت رافع بھی تھے۔

یہ حضرات اہل بیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر مدینہ آئے۔

سیدہ فاطمۃ الزهراءؓ کی شادی

تمام اہل بیت کے مدینہ آجائے کے بعد جاتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمۃ الزهراءؓ

رضی اللہ عنہا کی شادی کی طرف توجہ فرمائی۔ بعض روایات میں ہے کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کی درخواست کی۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مرکے لئے کوئی چیز ہے تو حضرت علیؓ نے عرض کیا۔ ہے سرکار! ایک زرہ اور ایک سواری ہے۔ حضرت علیؓ نے ان چیزوں کو چار سو درہم میں فروخت کر دیا اور اس سے بعض اشیاء خریدیں۔

عروہ ابن نعیمؓ فرماتے ہیں کہ حضرت محمد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ کے نکاح کے مسلسلہ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا تو حضرت ابو بکرؓ نے حضرت علیؓ کا نام پیش کیا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ سے پوچھا کہ میں فاطمہ کا نکاح کس سے کروں تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت علی بن ابی طالب کے ساتھ۔ پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ دیگر اکابر صحابہ کرام کے ہمراہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر نبی علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ حضرت علیؓ نے آمد کا مقصد بیان فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت سیدہ فاطمۃ الزهراءؑ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ بیٹی! علی تمہاری خواہش لے کر حاضر ہوئے ہیں۔ سیدہ فاطمۃ الزهراءؑ اس وقت قرآن کریم کی تلاوت فرمادی تھیں۔ اپنے ابا جان سرکار مدینہ منورہ محمد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے یہ الفاظ سن کر شرم و حیا کے باعث خاموش ہو گئیں اور سر جھکا لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خاموشی کو رضا مندی خیال کیا۔

سیدہ فاطمۃ الزهراءؑ کا جیز

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا اسے ابو بکرؑ بازار جائیے۔ کپڑا اور گھر کی ضرورت کی چیزیں لے آئیے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے صحابہ کرام کی ایک جماعت کو ساتھ لیا اور بازار چلے گئے۔ اور ضرورت کی تمام چیزیں باہم مشورہ

سے خریدیں۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ فرماتے ہیں کہ جب میں سیدہ فاطمہؓ کا جیز لے کر فی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس سامان کو ملاحظہ فرمایا۔ آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ پھر فرمایا ”اللّٰهُ أَكْبَرُ“ اس قوم میں برکت عطا فرماجس کا بیشتر سامان مٹی کا ہو۔“

سیدہ فاطمۃ الزهراءؓ کو جو جیز دیا گیا اس کی تفصیل یہ ہے ایک بڑی چادر، ایک چڑے کا تکیہ جس میں سمجھو کر کی چھال بھرے ہوئی تھی۔ ایک پالا، ایک مشکرہ، دو گھوڑے۔

مسلمان خواتین کے لئے سبق

غور فرمائیے یہ کس کی بیٹی کی شادی ہے؟ یہ دو عالم کے سردار و سرکار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کی شادی ہے۔ یہ کس کی شادی ہے؟ یہ جنتی خواتین کی سردار و سرتاج سیدہ فاطمۃ الزهراء رضی اللہ عنہا کی شادی ہے اور اس کے انتظامات کرنے سادہ ہیں۔ کسی قسم کے تخلفات اور زیب و زیمت کی چیزیں نظر نہیں آرہی ہیں۔ یہ جیز کا سامان گھر کی اہم ضروریات کے پیش نظر تھا۔ آج کل کی موجودہ رسم جیز کی طرح نہیں آج کے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ اس شادی اور جیز کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کو اپنا کہیں اور مسلمان خواتین کو چاہئے کہ وہ سیدہ فاطمۃ الزهراءؓ کے نقش قدم پر چلیں۔

دنیاوی مادیت کو پونے والے وہ افراد جو دنیا کی رنگینیوں میں گم اور اس سے متاثر ہو جاتے ہیں۔ وہ گھر کی ساری عظمتیں، عزتیں اور برکتیں پر تکلف اور کمر توڑ رسمات میں دیکھتے ہیں۔ انہیں اس تاریخ ساز شادی سے عبرت حاصل کرنا اور سبق سیکھنا چاہئے۔ اور اسلام کی اعلیٰ اور کروار ساز تعلیمات کو اپنانا چاہئے۔

یہ عظیم الشان اور ملکوتی شادی اس سادگی سے ہوئی جس کا سننا آج بھی لوگوں کے لئے تجب خیز ہے۔

سیدہ فاطمۃ الزهراءؓ کے نکاح کے گواہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمۃ الزهراءؓ اور سیدنا علیؑ کے نکاح کا خطبہ خود پڑھا اور خطبہ کے بعد حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو مخاطب کر کے فرمایا۔ انی اشہد کم اتنی تزویجت فاطمۃ الزهراءؓ من علیؓ

”یعنی بے قلک میں تم کو گواہ بنتا ہوں کہ میں نے سیدہ فاطمہ کا نکاح سیدنا علیؑ سے کرویا۔“

نکاح سے فراغت کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔

”اے اللہ تو ان دونوں کو ایک دوسرے کی قلبی محبت عطا فرم۔ انہیں اپنی برکتوں سے نوازدے اور انہیں پاکیزہ اولاد عطا فرم۔“

سیدہ فاطمۃ الزهراءؓ کی عملگینی

نکاح کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لائے۔ تو دیکھا فاطمۃؓ عملگین ہیں۔ آپؐ نے سید فاطمۃؓ سے فرمایا۔ فاطمۃؓ الاله غنی و اتم الفقراء
”فاطمہ اللہ غنی ہے اور تم فقیر ہو۔“

سیدہ فاطمۃ الزهراء رضی اللہ عنہا اس لئے عملگین تھیں کہ اس مبارک ساعت میں ان کی والدہ ماجدہ ام المؤمنین سیدہ خدجۃ الکبریؑ رضی اللہ عنہا موجود نہیں تھیں۔ ان کی بڑی بھیں سیدہ زینبؓ ”سیدہ رقیۃؓ“ سیدہ ام کلثومؓ بھی وفات پاچکی تھیں۔ جوان سے بہت محبت کرتی تھیں۔ ایسے موقع پر اپنے پیاروں کی یاد آتا ایک فطری امر ہے۔

یہی حال سیدہ فاطمۃ الزهراء کا تھا وہ بھی اس موقع پر اپنی اماں جان اور بہنوں کا یاد کر کے غم زدہ ہو گئی تھیں۔

سیدہ فاطمۃ الزهراءؓ کی رخصتی

سیدہ فاطمۃ الزهراءؓ کو نبی علیہ السلام نے امام ایکن کے ساتھ حضرت علیؑ کے درودات پر

روانہ کیا۔ ام ایکن کی معیت میں سیدہ فاطمہ الزهراء پریل چل کر تشریف لے گئیں۔ رخصتی کے وقت سیدہ فاطمۃ الزهراءؑ کی عمر (ایک قول کے مطابق) اٹھارہ سال کی تھی۔

جب کہ حضرت علیؓ کی عمر ایکس سال تھی۔ اس بارے میں بعض دیگر اقوال بھی درج ہیں مگر زیادہ رائج ہیں ہے۔

رخصتی کے سلسلہ میں دوسری روایت یہ ہے

کہ حضرت فاطمۃؓ کے ساتھ حضرت علیؓ کا نکاح ہوئے سات ماہ گزر پکھے تھے مگر رخصتی عمل میں نہیں آئی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فطری شرم جیا کے باعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصتی کے متعلق کچھ عرض نہ کر سکے۔ ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی سیدنا عقیل رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور حضرت علیؓ سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے رخصتی کے متعلق عرض کیا جائے؟ حضرت علیؓ نے رضامندی ظاہر کر دی۔

پھر سیدنا علیؓ اور سیدنا عقیل رضی اللہ عنہما حضرت ام ایکن کے پاس تشریف لائے اور مدعا بیان کیا۔ ام ایکن نے فرمایا کہ اس سلسلہ میں امحات المومنین سے مشورہ ضروری ہے۔ یہ دونوں اسی وقت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما کے پاس تشریف لے گئے۔ اتفاق سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہیں موجود تھے۔ حضرت ام ایکن نے گفتگو میں سیدہ خدجۃۃ رضی اللہ عنہما کا ذکر کیا تو نبیؐ کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ پھر حضرت ام ایکن نے فرمایا کہ حضرت علیؓ سیدہ فاطمۃ الزهراءؑ کی رخصتی کی خواہش لے کر آئے ہیں۔ نبیؐ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تم نے مجھ سے ذکر کیوں نہیں کیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا سیدی! شرم و حیا کے باعث آپ سے یہ بات نہ کر سکا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ازواج مطہرات سے فرمایا کہ سیدہ فاطمۃ الزهراءؑ کو رخصتی کے لئے تیار کیا جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ام سلسلہؓ سے فرمایا کہ بی بی فاطمۃؓ کو میرے پاس لاو۔ سیدہ فاطمۃ الزهراء رضی اللہ عنہما پتے بابا جان محمد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لے

گئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا۔ اے علیؓ! تم کو نبی کی بیٹی مبارک ہو۔ پھر سیدہ فاطمہ الزہراءؓ سے فرمایا کہ فاطمہؓ! تیرا شوہر برا نیک اور اچھا ہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فاطمۃ الزہراءؓ کا ہاتھ سیدنا علیؓ کے ہاتھوں میں دے دیا اور دونوں کو رخصت کرنے کے لئے دروازے تک تشریف لائے۔ اور ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی۔ حضرت اسماء بنت عمیسؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! ایسے وقت میں عورت کو کسی عمر سیدہ خاتون کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لئے اگر مناسب سمجھیں تو مجھے سیدہ فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا کے ہمراہ جانے کی اجازت دے دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سن کر ان کو سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ کے ہمراہ جانے کی اجازت دے دی۔ اور حضرت اسماءؓ کے حق میں دعا فرمائی۔

سیدہ فاطمہ الزہراءؓ کا گھر

سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا مکان مسجد نبوی سے بہت دور تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں آنے جانے میں کافی وقت ہوتی تھی۔ ایک دن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تمہارا گھر میرے گھر کے قریب ہونا چاہئے۔

حضرت حارث رضی اللہ عنہ کا ایک مکان مسجد نبوی کے قریب تھا۔ انہوں نے وہ مکان سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔ اب اس مکان کو ٹھیک کرنے کا مرحلہ آیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مکان کو درست کیا جائے۔ چنانچہ اس کی مرمت کا کام شروع ہوا۔ وادی بلطما سے اچھی قسم کی مٹی میکروائی گئی۔ مکان کی دیواروں کو لیپا پو آگیا۔ مکان کے ایک کونے میں کپڑے اور مشکرہ وغیرہ لٹکانے کے لئے لکڑیاں لگائیں گئیں۔ اس طرح اس مکان کو درست حالت میں لایا گیا۔ اس مکان کی تیاری میں سیدہ عائشہ صدیقۃؓ، سیدہ ام سلمہؓ اور بعض دیگر اکابر صحابیات نے خصوصی طور پر حصہ لیا۔

اس کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمہ الزہراءؓ اس گھر میں منتقل ہو گئے۔ سیدہ فاطمۃ

الزهراءؑ گھر کا سارا کام اپنے ہاتھوں سے خود کرتی تھیں۔ روٹی پکاتیں تھیں، پانی بھرتی تھیں اور گھر کی صفائی خود کرتی تھیں۔

سیدہ فاطمۃ الزهراء رضی اللہ عنہا کثرت سے عبادت کرتی تھیں۔ اس کے باوجود گھر کے تمام کام خود ہی کرتی تھیں۔

غزوہ احمد میں سیدہ فاطمۃ الزهراءؑ کی شرکت

غزوہ احمد بڑا شدید معرکہ تھا۔ بعض جنگی حکمت عملی کو بروقت نہ سمجھنے کی باعث اس غزوہ میں مسلمانوں کو شدید نقصان اٹھانا پڑا تھا۔ غزوہ احمد میں سیدہ فاطمۃ الزهراءؑ نے دیگر خواتین اسلام کے ساتھ شرکت کی۔ اس غزوہ میں محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک شہید ہوئے تھے اور بدن بھی زخمی تھا۔ سیدہ فاطمۃ الزهراءؑ نے اپنے بابا جان کو اس حال میں دیکھا تو دوڑی دوڑی آئیں۔ زخم صاف کئے۔ پانی پلایا اور ثاث کا گلرا جلا کر زخموں پر لگایا۔ تو خون رک گیا۔

سیدہ فاطمۃ الزهراءؑ کا زہد و تقویٰ اور عبادت

حضرت سلمان فارسیؓ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ سیدہ فاطمۃ الزهراء رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا۔ سیدہ فاطمۃؓ سیدنا حسنؐ اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما کو پنکھا کر رہی تھیں اور ذکرو اذکار میں بھی مصروف تھیں۔

ایک مرتبہ یونہی دل میں خیال پیدا ہوا کہ نہ ہمارے پاس کھانے کو روٹی ہے اور نہ اچھا کپڑا ہے۔ انہیں خیالات میں تھیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ آپ نے پوچھا فاطمۃؓ کیا سوچ رہی تھیں۔ آپ نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کر دیا۔

آپ نے یہ سن کر کہا فاطمۃؓ! ذرا اپنا مصلی تو اٹھاؤ۔ سیدہ فاطمۃؓ نے مسلی اٹھایا تو دیکھا یہچے سونے

چاندی کے ابشار لگے ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔

بیٹی قاطرہ! اگر دنیا لینی ہے تو جس قدر چاہو لے لو مگر پھر آخرت نہیں ملے گی۔ بیٹی تم تو جنتی عورتوں کی سردار ہو۔

سیدہ فاطمۃ الزہراء نماز کی اتنی پابند تھیں کہ شدید بیماری کی حالت میں بھی ایک نماز نہ چھوڑی۔ ایک بار سیدہ نے اونٹ کے بالوں کا بنا ہوا موٹا کپڑا پہننا ہوا تھا۔

”اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا۔ بیٹی! دنیا کی تکلیف اور مشکلی پر صبر کرو قیامت میں تمام نعمتیں تمہارے ہی حصہ میں آئیں گی۔“

تبیح فاطمۃ الزہراء

مدینہ منورہ میں کچھ غلام اور لوگوں آئیں۔ سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ کو معلوم ہوا آپ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ اس وقت اور لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا تشریف لائی تھیں۔ آپ خود سیدہ فاطمۃؓ کے گھر حاضر ہوئے اور ارشاد فرمایا۔ بیٹی فاطمۃ! آپ میرے پاس آئی تھیں لیکن ملاقات نہ ہو سکی۔

میری بیٹی! کیا بات تھی اب اپنے بابا جان سے کہو۔ سیدہ فاطمۃؓ حیاء کے باعث خاموش رہیں۔

حضرت علیؓ نے فرمایا۔ سرکار! میں عرض کرتا ہوں۔ فاطمۃؓ گھر کا کام خود کرتی ہیں۔ مشکلہ میں پالن بھر کر لاتی ہیں۔ جگی ہستی ہیں تو ہاتھوں میں چھالے پڑ جاتے ہیں۔ آپ کی خدمت میں کچھ خدا اتے ہیں اگر ایک خدمت گار عنایت فرمادیں تو عنایت ہو گی۔

آپ نے فرمایا بیٹی! تمرا بابا ابھی اصحاب صدقہ کی زنداریوں سے فارغ نہیں ہوا تم کو اپنا کام خو کرنا چاہئے۔ تم تو جنتی عورتوں کی سردار ہو میں تم کو ایک وظیفہ بتاتا ہوں تم اس کو پڑھ لیا کرو سبحان اللہ ۳۳ بار، الحمد للہ ۳۳ بار، اللہ اکبر ۳۳ بار۔

اللہ کے رسول کے یہ الفاظ سن کر سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ نے پھر کبھی اس خواہش کا اظہار نہیں کیا۔

حضرتؐ کی سیدہ فاطمہ سے محبت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تمام صاحبزادوں سے بہت شفقت اور محبت فرماتے تھے۔ سیدہ خدجۃ الکبریٰؓ کی وفات کے بعد تو آپ سیدہؓ کی طرف، خصوصی توجہ کرتے تھے اسکے لئے اس چھوٹی بیٹی کو اپنی اماں جان اور بہنوں کی یاد نہ ستائے اور وہ غم زدہ نہ ہو۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ سیدہ فاطمۃ الزهراءؓ جب اپنے بابا جان محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لاتی تھیں تو اللہ کے رسول کھڑے ہو جاتے تھے اور پیار کے لئے باخھ تھا متنے اور بوسہ دینے اور اپنے مقام پر بیٹھنے کے لئے کہتے۔

اس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سیدہ فاطمہؓ کے ہاں جاتے آپ احترام‌گزی ہو جاتی تھیں آپ کے دست مبارک کو بوسہ دیتیں اور اپنی نشت پر بھاتی تھیں۔

حضرتؐ کی سیدہ فاطمہ الزهراءؓ سے گفتگو

سیدہ فاطمۃ الزهراء رضی اللہ عنہا ایک بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے کے لئے تشریف لائیں۔ اللہ کے رسول نے اپنی پیاری بیٹی کو اپنے پاس بھالیا اور آپ کے ایک کان میں سرگوشی کی تو آپ رونے لگیں۔ پھر دوسرے کان میں سرگوشی کی تو وہ ہنسنے لگیں۔ بعد میں سیدہ فاطمۃ الزهراءؓ سے پوچھا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے کانوں میں کیا بات کی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی مرتبہ کان میں سرگوشی کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ جریل علیہ السلام ہر سال ایک مرتبہ آکر مجھ سے قرآن سنتے اور مجھے سناتے تھے۔ اس سال انہوں نے دو مرتبہ سنایا اور دو مرتبہ سنایا۔ میرا خیال ہے کہ میری وفات کا وقت اب قریب ہے۔ اے بیٹی فاطمہ! اللہ سے ڈرنا اور صبر کرنا اللہ کی شکر گزار رہتا میں تمہارا بہترین پیش رو ہوں۔ یہ سن کر میں گھبرا گئی اور رونے لگی۔ پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسرے کان میں مجھ سے فرمایا

اے فاطمہ تم جنتی عورتوں کی سردار ہو۔ یہ سن کر میں خوش ہو گئی۔

اولاد سیدہ فاطمۃ الزهراء

سیدہ فاطمۃ الزهراء رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے پانچ اولادیں ہوئیں۔ جن میں تین صاحبزادگان اور دو صاحبزادیاں ہیں۔ اولاد نزینہ میں سیدنا حسن رضی اللہ عنہ، سیدنا حسین رضی اللہ اور سیدنا حسن رضی اللہ عنہ ہیں۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ صغرنی ہی میں رحلت فرمائی تھی۔

لڑکوں میں سیدہ ام کلثومؓ اور سیدہ زینبؓ تھیں۔ سیدہ فاطمۃ الزهراء رضی اللہ عنہا نے اپنی بچیوں کے نام اپنی بہنوں کے نام پر رکھے تھے۔ یہ ان کی اپنی بہنوں سے گمراحت کی دلیل ہے۔

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ

آپ سن ۶ مجری میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ معلوم ہوا کہ سیدہ فاطمۃ الزهراء رضی اللہ عنہا کے ہاں بیٹا پیدا ہوا ہے تو آپ فوراً سیدہ کے گھر تشریف لائے۔ سیدنا حسنؑ کے کان میں اذان دی اور ساتویں دن ان کا عقیقہ کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ سے بڑی شفقت اور محبت فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ ان کو کاندھے پر بٹھا کر لے جا رہے تھے۔ ایک شخص نے مخاطب ہو کر کہا۔ کہ کتنی اچھی سواری ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا کہ سوار بھی تو کتنا اچھا ہے۔ آپ کے بچپن ہی میں پہلے آپ کے ناما جان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سالیہ آپ کے سر پر سے اٹھ گیا اور کچھ عرصہ بعد آپ کی والدہ ماجدہ سیدہ فاطمۃ الزهراء رضی اللہ عنہا بھی اس دنیا سے رحلت فرمائیں۔ تو آپ کی تمام تر تعلیم و تربیت اور پرورش آپ کے والد سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے کی۔ سیدنا ابو بکر صدیقؓ، سیدنا عمر فاروقؓ، سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہم بھی حضرت حسنؑ سے

بڑی محبت اور شفقت فرماتے تھے۔

ایک مرتبہ سور کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
”مکہ میرا یہ بیٹا سردار ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کی دو جماعتوں میں اتحاد کرائے گا۔“

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے سن ۵۰ مجری میں وفات پائی۔
مہینہ منورہ میں آپ کی وفات ہوئی اور جنتِ ابیقیع میں تدفین ہوئی۔

سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ

آپ حضرت امام حسنؑ سے چھوٹے تھے۔ جب آپ متولد ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام ”حسین“ رکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے بے حد محبت فرماتے تھے۔ ابھی آپ سچے ہی تھے کہ آپ کے نانا اور اللہ کے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا سے رحلت فراگئے۔ سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کی پورش کی۔ علم و حلم اور زہد و تقویٰ سے آراستہ کیا۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور میں جب ایران فتح ہوا اور ایران کی شہزادی شہزادی شہزادی دربار خلافت میں آئیں تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشورہ سے شہزادی کا نکاح سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔

دور بیزید میں کربلا کا درود انگلیز معركہ پا ہوا جس میں آپ شہید ہو گئے۔ آپ نے اپنا پاک طیب و طاہر خون دے کر یہ ثابت کر دیا کہ ریاستی جبرا اور طاقت کے ذریعہ زبردستی اطاعت پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔

آپؑ کی شادت پر حضرت زین العابدینؑ اور آپؑ کی بیوی سیدہ ام کلثومؑ نے عورتوں اور مردوں کو میں کرتے دیکھا تو اس غیر شرعی کام سے منع کر دیا۔

سیدہ زینبؓ بنت سیدہ فاطمۃ الزهراءؑ

سیدہ زینبؓ اپنے بھائی سیدنا امام حسینؑ سے چھوٹی تھیں۔ آپ کا نکاح حضرت جعفر طیارؑ کے صاحبزادے حضرت عبداللہؑ کے ساتھ ہوا۔ آپ کے فرزند سیدنا حضرت محمد اور سیدنا حضرت عونؓ بھی کربلا کے میدان میں اپنے ماں سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ دادشجاعت دیتے ہوئے شہید ہوئے۔

سیدہ ام کلثومؓ بنت سیدہ فاطمۃ الزهراءؑ

سیدہ ام کلثومؓ سیدہ زینبؓ سے چھوٹی تھیں۔ روایت کے مطابق آپ کا نکاح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا۔

سیدہ فاطمۃ الزهراءؑ کی اپنی بہنوں سے محبت

سیدہ فاطمۃ الزهراءؑ کو اپنی بہنوں سے بہت محبت تھی۔ اور اسی محبت کے باعث آپ نے اپنی صاحبزادیوں کے نام اپنی بہنوں کے نام پر رکھے۔ محبت کا اس سے زیادہ بڑا کوئی اور ثبوت نہیں ہو سکتا۔

سیدہ فاطمۃ الزهراء رضی اللہ عنہا کو اپنی ماں یعنی ازواج مطہرات سے بھی بہت محبت تھی۔ ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی سیدہ فاطمۃؓ کو بے حد عزیز رکھتی تھیں۔ ان کی دل جوئی کرتی تھیں۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حرکات و سکنات میں سیدہ فاطمۃؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بہترن نمونہ پایا ہے۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ حضورؐ کو کس سے سب سے زیادہ محبت تھی تو آپ نے

فرمایا کہ سیدہ فاطمہ سے۔ پھر پوچھا گیا کہ فاطمہ کے بعد کس سے محبت تھی تو آپ نے فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے سیدہ فاطمہ الزهراءؓ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکمیل اتنا کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

سیدہ فاطمہ الزهراءؓ رضی اللہ عنہا اپنی وفات سے دو دن قبل سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور فرمایا کہ اگر میں نے کبھی کوئی ایسی بات یا لکھ کر ہوا جو آپ کو ناگوار گزرا ہوتا مجھ کو معاف فرمادیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا یہ سن کر رونے لگیں اور سیدہ فاطمہؓ کو لگلے کالایا اور فرمایا نہیں فاطمہؓ نہیں تم نے کبھی بھی مجھ سے کوئی ایسی بات نہیں کی جس سے ناراضگی کا اشارہ بھی ملتا ہو میں تم سے کرتی ہوں کہ اگر میں نے تم سے کوئی ایسی بات کی ہو تو تم مجھ کو معاف کر دو۔

اللہ اللہ ! کیا مقام ہے ان پاکیزہ روحوں کا

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ایک موقع پر فرماتے ہیں کہ ”خدائی قسم ! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت مجھے اپنے رشد داروں کی قربت سے زیادہ محبوب ہے۔“

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی حضرات حسین کریمینؑ کا بڑا احترام فرماتے تھے۔ نماز سے فراغت کے بعد جب مسجد سے باہر نکلے تو راست میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ آپ نے فوراً ان کو کانڈوں پر اٹھایا اور فرمایا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یہ تو نبی کے مشاہد ہیں۔

غلیفہ دوم سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ سیدہ فاطمہ الزهراءؓ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا کہ ”اے رسول کی بیٹی ! کائنات میں مجھے کوئی شخص تمہارے والد ماجد سے زیادہ عزیز نہیں اور ان کے بعد عزت و احترام میں کوئی بھی تم سے زیادہ نہیں۔“

اللہ کے رسولؐ کی اپنے نواسوں سے محبت

اپنے دیگر نواسوں اور نواسوں کی طرح اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سیدنا حسن و سیدنا حسین رضی اللہ عنہما سے بھی بے حد پیار تھا۔

ایک مرتبہ آپؐ اپنی بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہما کے گھر تشریف لے گئے۔ سیدنا علی اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہما سور ہے تھے۔

سیدنا امام حسن جو ابھی چھوٹے بچے ہی تھے دودھ کے لئے رور ہے تھے۔ حضور علیہ السلام نے خود بکری کا دودھ نکالا اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو پلایا۔

اسی طرح ایک مرتبہ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ چھوٹے بچے تھے تو سیدہ فاطمۃ الزہراءؓ کے گھر کے قریب سے آپؐ کا گزر ہوا۔

اندر سے امام حسین رضی اللہ عنہ کی رونے کی آواز آرہی تھی۔

اگرچہ آپؐ اس وقت کسی اہم کام سے جارہے تھے اور جلدی میں تھے لیکن پلٹ کر گھر میں داخل ہوئے اور فرمایا۔

اے فاطمہؓ! کیا تم نہیں جانتی ہو کہ حسینؐ کے رونے سے مجھے دکھ ہوتا ہے۔“

ابو فاختہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت حسنؐ کو پیاس لگی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود انہوں کر ان کے لئے پانی لائے۔

حضرت حسینؐ نے اس پانی کو (جیسا کہ بچوں کی عادت ہوتی ہے) مانگنا شروع کر دیا۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ”پسلے آپ کے بھائی حسنؐ نے پانی مانگا ہے لہذا اپلے حسنؐ ہیں گے پھر آپ۔“

سیدہ فاطمہ الزہراءؓ قریب ہی تشریف فرمائیں انہوں نے عرض کیا بیبا جان! کیا آپ حسینؐ کے مقابلہ میں حسنؐ کو زیادہ پسند فرماتے ہیں۔ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا۔

"میرے لئے دونوں یکساں ہیں" چونکہ حسن نے پانی کی فراش پہلے کی تھی اس لئے میں نے پہلے انہیں دیا۔

ایک مرتبہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں خطبہ دے رہے تھے آپ نے دیکھا کہ مسجد کے گھن میں سے حضرت حسنؑ اور حضرت حسینؑ تیز تیز قدم بڑھاتے ہوئے آرہے ہیں اور جلد از جلد اپنے نانا جان تک پہنچنا چاہتے ہیں۔ قدم لڑکھا رہے ہیں خطرہ ہے کہ کیس گرنہ جائیں۔ چھوٹے چھوٹے معموم بچے سرخ جوڑا پسندے پیارے لگ رہے ہیں۔ نسخی نسخی نانگیں لرز رہی ہیں مگر وہ نانا کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ اللہ کے رسولؐ کچھ دیر تو دیکھتے رہے گر پھر ضبط نہ کر سکے۔ میرے اترے، نواسوں کو آغوش میں لیا اور لے جا کر اپنے سامنے بھالیا۔ آپؐ اکثر فرمایا کرتے حسینؑ میرا ہے اور میں حسینؑ کا۔ اللہ اس سے محبت رکھے جو میرے حسین سے محبت رکھتا ہے۔

ایک مرتبہ سیدنا حسنؑ اور سیدنا حسینؑ نانا جان کے پیروں پر پیر کے کھڑے تھے۔ آپ نے دونوں کے ہاتھ پکڑے اور کہا کہ اور پڑھ آؤ۔ وہ دونوں اور پڑھتے چڑھتے نانا جان کے سینہ مبارک پر آگئے۔ وہ سینہ جس میں پوری انسانیت کا درد تھا۔

نانا جان نے پیار سے نواسوں کا منہ چوما اور پروردگار سے الجاکی میرے مولا! میں ان سے پیار کرتا ہوں تو تبھی ان سے پیار کر۔

مک کے دولت مند سردار اقرع بن حابس اللہ کے رسولؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ اپنے نواسوں کو پیار کر رہے تھے۔ انہوں نے یہ منظر دیکھا تو کہا۔ ارے! اتنی عظیم ہستی پھوں سے اس طرح پیار کر رہی ہے۔

سیدہ فاطمہ الزہراؑ اور سیدنا علیؑ کے باہمی روابط

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کا بے حد احترام کرتے تھے اور سیدہ فاطمۃ

بھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ نہایت اخلاق اور مروت کے ساتھ سلوک فرماتی تھیں۔ دراصل یہ جوڑا کائنات کا ایک ایسا حسین ترین اور خوش قسمتی جوڑا تھا جس پر قیامت تک آنے والے لوگ رنج کر سکتے ہیں اور ان کے انداز سے زندگی بسر کرنا غیر کے قابل سمجھ سکتے ہیں۔

سیدہ فاطمۃ الزهرۃ کی وفات کے بعد کسی نے سیدنا علیؑ سے پوچھا کہ اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کیسی بیوی ثابت ہوئی تھی۔ آپؑ نے فرمایا۔ ”فاطمہ وہ پھول تھیں جس کی خوبصورتی مرحانے کے بعد بھی میرے دل و دماغ کو معطر کر رہی ہے۔“

ایک قابل ذکر نکتہ

بعض مورخین نے اپنی کتب میں سیدنا علیؑ اور سیدہ فاطمۃ کے ماہین بعض مناقشات اور مختلف اوقات میں جھگڑے کا تذکرہ کیا ہے۔

علماء حق کے نزدیک یہ تمام الزعامات لغو اور بے بنیاد ہیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمۃ الزهراء رضی اللہ عنہما دونوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے زیر سایہ تربیت پائی۔ دونوں کی کامیاب اور بے مثل اذدواجی زندگی مسلمانوں کے لئے قابل اتباع اور کامل نمونہ ہے۔ دونوں شخصیات نے بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے برادرست اکتساب فیض کیا تھا۔ ہال یہ بات الگ ہے کہ بعض اوقات بشری تقاضوں کے تحت باہم کسی بات پر اختلاف رائے ہو ہی جاتا ہے۔ لیکن اس کو جھگڑے یا مناقشہ کا نام نہیں دیا جاسکتا۔ ان حضرات کی تو پوری زندگی ہمارے لئے کامل نمونہ ہے۔

سیدہ فاطمۃ کی پوری زندگی مسلمان خواتین کے لئے مشعل راہ اور اسوہ حسنہ ہے۔

سیدہ ”کا زہد و تقویٰ“ سیدہ کارہن سن، غرضیکہ پوری زندگی کو ہم اپنے لئے قابل اتباع سمجھتے ہیں۔ لہذا ایسی پاک روحیں جن کی حیات ہمارے لئے کامل نمونہ ہے ان کے متعلق ایسا سچنا بھی ایمان کی کمزوری کی علامت ہے۔

سیدہ فاطمۃ الزہراءؑ کی علاالت

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات نے سیدہ فاطمۃ الزہراءؑ کے اعصاب پر گمرا اثر ڈالا تھا اور آپ کی محنت بہت تیزی سے گرنے لگی۔ آپ حضورؐ کی وفات کے بعد اکثر مغموم رہتی تھیں۔ زیادہ وقت عبادت میں صرف کرنے لگیں۔

آپ کی تیارداری اور خدمت کے لئے سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی الہیاء اسماء بنت عمیس تشریف لاتی تھیں۔ اسماء بنت عمیس نے سیدہ فاطمۃ الزہراءؑ رضی اللہ عنہ کی بڑی خدمت کی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی سیدہ فاطمۃ الزہراءؑ کی بڑی دل جوئی فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمۃ الزہراءؑ رضی اللہ عنہ سے ملنے گئے۔ تو سیدہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک بشارت سنائی۔

سیدہ فاطمۃ الزہراءؑ رضی اللہ عنہ سے فرمایا

”نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ بشارت دی تھی کہ میرے وصال کے بعد تم اہل بیت میں سے پہلی شخصیت ہو گی جو مجھ سے آکر ملوگی۔“

صحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی سیدہ فاطمۃ الزہراءؑ کی علاالت کا من کر بے چین رہتے تھے لیکن سیدہ سے اپنے اباجان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جداً کاغم برداشت نہیں ہوا تھا۔ سیدہ اکثر روضہ رسول پر تشریف لے جاتی۔ سلام پیش کرتیں اور گھنٹوں وہاں بیٹھ کر آنسو باتی تھیں۔

اللہ کے رسول کی ایک قیض گھر میں موجود تھی۔ اس کو ہاتھوں میں لے کر رو تھیں۔ اس کو پیار کرتیں اور آنکھوں سے لگاتی تھیں۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمۃ الزہراءؑ رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے۔ اور صبرکی تلقین فرمانے لگے۔ دوران گنگو سیدہ نے پوچھا کہ ”آپ نے اللہ کے

رسول کو دفن کرنا اور ان پر مٹی ڈالنا کیسے گوارا کیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ تمام نمازیں مسجد نبوی میں اوایکرتے تھے۔ ایک دن نماز کے بعد حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم نے حضرت علیؑ سے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی سیدہ فاطمۃ الزهراء کی مراج پری کی۔ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو تسلی دی۔

سیدہ فاطمۃ الزهراء رضی اللہ عنہا اپنے بابا جان کی وفات کے بعد مسلسل غم کا شکار تھیں۔ ان کی مسکراہٹ ختم ہو گئی۔ فرماتی ہیں۔ بابا جان کی وفات کے چند دن بعد ایک روز میں بہت روئی۔ پھر نماز پڑھی اور سو گئی۔ خواب میں فرشتے نظر آئے۔ گویا مجھے آسمان کی طرف اڑا کر لے جا رہے ہیں۔ حتیٰ کہ ایک عجیب و غریب جگہ پہنچ گئی۔ رنگ رنگ محلات، حوریں اور غلام۔ میں نے پوچھا یہ محلات کس کے ہیں۔ انہوں نے بتایا آپ کے بابا جان اور دوسرے انبیاء اور صد یقین کے۔ پھر میں نے دیکھا کہ بابا جان نور کے تخت پر بر ایمان ہیں۔ مجھے پہلو میں بھالیا سر پر بوسہ دیا اور فرمایا۔

اس سفید محل کو دیکھو۔ کشادہ باغ بھی ہیں۔ میں نے دیکھ کر پوچھا۔

بابا جان! یہ کس کے ہیں فرمایا تمہارے، تمہارے شوہر اور تمہارے بچوں کے لئے۔ پھر میری آنکھ کھل گئی اور بس اب تو پارے بابا جان سے ملاقات کی خواہش اور تمبا مجھ پر سوار تھی۔

سیدہ فاطمہ الزهراء رضی اللہ عنہا کی وفات

ایک مرتبہ سیدہ فاطمۃ الزهراء نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آج رات میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ مجھے یوں محسوس ہوا کہ جیسے کسی کا انتظار کر رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری حالت بترخاب ہے۔ آپ سے جداگانہ کا بناء نہیں تکلیف دہ ہے۔ پھر اللہ کے رسول نے فرمایا۔

فاطمہ! میں تمہیں لینے آیا ہوں بچوں اور شوہر کو اللہ کے حوالے کر دو اور میرے ساتھ جنت کی سیر

کرو۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ یہ سن کر رونے لگے۔ پاس ہی جنتی لوگوں کے سردار حضرات حسین کریمین رضے اللہ عنہما کھڑے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سیرہ فاطمہ الزهراء رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ ابھی تک اللہ کے رسول کی وفات کا غم تازہ ہے۔ آپ یہ کہیں باقی کر رہی ہیں۔ پھر آپ نے سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ بچوں! جاؤ اور ناتا جان کو سلام پیش کرو۔ دونوں شزادے مزار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر آئے سلام پیش کیا اور فوراً ہی واپس تشریف لے آئے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جلد واپس آئے کی وجہ پوچھی تو شزادوں نے فرمایا

بابا جان! جب ہم ناتا جان کو سلام پیش کر کے فارغ ہوئے تو قبر مبارک میں سے آواز آئی۔

میرے بچوں! واپس جاؤ تمہاری ماں کی وفات کا وقت تربیت ہے جاؤ اپنی پیاری ماں اور میری پیاری بیٹی سیدہ فاطمہ الزهراء کے چہرہ مبارک کی زیارت کرلو لہذا ہم دونوں واپس آگئے۔

سیدہ فاطمہ الزهراء رضی اللہ عنہما نے دونوں شزادوں سیدنا حسن اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہما کو پاس بلایا۔ پیار کیا اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ فرمایا کہ اگر مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی ہو تو معاف فرمادیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا فاطمہ! تم دنیا کی نیک عورتوں میں سے ایک ہو میں تم سے خوش ہوں۔ اگر میری طرف سے کوئی تکلیف پکشی ہو تو مجھے معاف کرو پھر سیدہ فاطمہ الزهراء رضی اللہ عنہما نے فرمایا۔ میرے بچوں کا خیال رکھنا یہ ابھی چھوٹے ہیں ان کی غلطی کو نظر انداز کر دیں۔ میری تدفین رات میں کرتا اور جنازہ پر بھی پرده کرتا۔ جنتِ ابتعیج میں دفن کرتا اور میری بھائی امامہ بنت زینب سے نکاح کر لیتا۔ اب ان بچوں کو میرے بابا جان کے مزار پر لے جاؤ۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہما بچوں کو لے کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار پر لے گئے، سیدہ فاطمہ الزهراء رضی اللہ عنہ نے سفید کپڑے زیب تن فرمائے۔ وضو کیا پھر نماز ادا کی۔ حضرت اسماء

رضی اللہ عنہا موجود تھیں۔ ان سے فرمایا کہ مجھے انہی کپڑوں میں عسل فیٹا۔ تھوڑی دیر بعد مغرب اور عشاء کے درمیان عمر انتیں سال وفات پائی۔

سیدہ فاطمۃ الزہراءؑ کا عسل

سیدہ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا نے وفات سے پہلے ہی فرمادیا تھا کہ حضرت اماء رضی اللہ عنہا میری وفات کے بعد مجھے عسل دیں چنانچہ حضرت اماء رضی اللہ عنہا نے آپ کے عسل کا انتظام کیا۔ اور عسل دیا۔ دیگر صحابیات مثلاً حضرت ام سلمی اور ام ایکن وغیرہ نے اس کام میں حضرت اماء کی معاونت کی۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سارے انتظام کی گرانی کی۔

سیدہ فاطمۃ الزہراءؑ کی نماز جنازہ

عسل و تکفین کے بعد سیدہ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا کی نماز جنازہ کا مرحلہ آیا۔ تمام کبار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم السلام اتعین موجود تھے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت علی مرتفنی رضی اللہ عنہ کو آواز دی اور فرمایا اے علی! آگے تشریف لے آئیں اور نماز جنازہ پڑھائیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواباً ارشاد فرمایا۔

کہ آپ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہیں۔ آپ کی موجودگی میں میں نماز جنازہ نہیں پڑھ سکتا۔ نماز جنازہ پڑھانا آپ ہی کا حق ہے۔ آپ آگے بڑھیں اور نماز جنازہ کی امامت فرمائیں۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آگے ہوئے۔ نماز جنازہ کی امامت فرمائی۔ تمام صحابہ کرام نے آپ کی امامت میں نماز ادا کی۔

سیدہ فاطمۃ الزهراءؑ کی تدفین

سیدہ فاطمۃ الزهراءؑ کی وصیت کے مطابق تدفین رات ہی کو جنتِ بیقیٰ میں ہوئی
قبو مبارک میں اتارنے کے لئے سیدنا علی رضی اللہ عنہ حضرت عباسؓ اور حضرت فضل بن عباسؓ
یچے اترے۔

اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری صاحبزادی جنتی عورتوں کی سردار سیدہ فاطمۃ
الزهراءؑ رضی اللہ عنہا کو قبلہ رخ لایا۔ اس طرح تدفین عمل میں آئی۔

صلوٰۃ اللہ علیہ وسلم

کتابیات

- | | | |
|----|---|--|
| ۱ | البدایہ والتحمیہ | |
| ۲ | اخلاق رسول | |
| ۳ | اسناب الاشراف | |
| ۴ | انقلابی شخصیات | |
| ۵ | امل بیت | |
| ۶ | بیات اربعہ | |
| ۷ | تاریخ اسلام | |
| ۸ | حدائق کراکاپس منظر | |
| ۹ | حلیۃ الاولیاء | |
| ۱۰ | خلفاء راشدین (حسن عمل و کوار) | شیخ غالدار ایخار مترجم محمد سعید الرحمن علوی |
| ۱۱ | دخڑان اسلام | |
| ۱۲ | داعی اعظم | |
| ۱۳ | رحماء نیشم | |
| ۱۴ | رحمت للعالمین | |
| ۱۵ | صحیح بخاری | |
| ۱۶ | عقلمت صحابہ | |
| ۱۷ | فتاویٰ ابن تیمیہ | |
| ۱۸ | کتاب المعارف | |
| ۱۹ | ختصر ریۃ الرسول | |
| ۲۰ | اسلام میں عورت کام مقام اور اس کی حیثیت (مضمون) | حافظ محمد علی |
- اسماعیل بن کثیر الدین مشقی
مولانا اخلاق حسین قاسمی
بلاذری
صلاح الدین علی
فائدۃ العربی مترجم محمد سعید الرحمن علوی
مولانا محمد نافع
اکبر شاہ خاں نجیب آبادی
مولانا عبد الرشید فعماںی
ابو قیم الاصفہانی
شیخ غالدار ایخار مترجم محمد سعید الرحمن علوی
چودہری ائمۃ غنی
محمد یوسف اصلاحی
مولانا محمد نافع
قاضی سلیمان منصور پوری
محمد بن اسماعیل بخاری
محمد ادریس بھوجیانی
ابن تیمیہ
ابن تیمیہ مترجم سلام اللہ صدیقی
محمد بن عبد الوہاب
حافظ محمد علی
- مصر
کراچی
مصر
کراچی
لاہور
لاہور
دہلی
لاہور
دہلی
رامپور
لاہور
دہلی
مصر
نوہنگہ
ریاض
کراچی
کراچی
کراچی

کتب قصص و اسلامی حکایات و تنبیرہ

قصص القرآن	اصلی یادداشت	اسلامی قصص سلسلہ میں سے ایک جو احادیث میں اور عجائب میں اور میراث میں کی شدید ترین کیش
قصص الانبیاء	حضرت آدمؑ کی اگر بزرگ ترین کتاب ہے تو اس کے مالات	حضرت آدمؑ کی اگر بزرگ ترین کتاب ہے تو اس کے مالات
قصص الانبیاء	روایتی	سنیع بالا کتاب کا انگریزی ترجمہ
پیاتھ صحابیہ	صوابی کے مالات	صوابی کے مالات میر جیلی بہتر کی شہریہ کتاب
مشیت تعالیٰ کے پسندیدہ واقعات	مشیت تعالیٰ کے پسندیدہ واقعات	مشیت تعالیٰ کے پسندیدہ واقعات میر جیلی کے وقار و رحمت سے بیج کر کرہے میر جیلی کے وقار و رحمت سے بیج کر کرہے
بطانات علیہ تربیت کتاب الائی کیما	ذات بقل نہیں اور عالمہ زبانی	ذات بقل نہیں اور عالمہ زبانی
ارواحِ خلائق	ثواب اللہ کے قلمان اور طلاقے	ثواب اللہ کے قلمان اور طلاقے میر جیلی کے طلاقے
حکایات محابیہ	محبیہ کی کیون اور مست ولیب محابیہ	محبیہ کی کیون اور مست ولیب محابیہ
علقہ کشکول	علقہ کشکول	علقہ کشکول
نسانہ آدمؑ	حضرت آدمؑ کے مالیہ اسلامیہ کیجاں کی ترقی فتنہ	حضرت آدمؑ کے مالیہ اسلامیہ کیجاں کی ترقی فتنہ
حلوه طور	حضرت موسیٰ کلیلہ مدرسہ کا پھر ترقی کیلیب ترقی	حضرت موسیٰ کلیلہ مدرسہ کا پھر ترقی کیلیب ترقی
داستان یوسفؑ	حضرت یوسفؑ کا درجہ ایک دلپت مٹاہیں	حضرت یوسفؑ کا درجہ ایک دلپت مٹاہیں
تاجِ سلیمانؑ	شیر بولیہ حضرت مطیعہ دلکش اپنی اپنی اپنی اپنی	شیر بولیہ حضرت مطیعہ دلکش اپنی اپنی اپنی
ملت ابراقیمؑ	شیر بولیہ حضرت ابراہیمؑ کی حضرت مطیعہ دلکش اپنی اپنی	شیر بولیہ حضرت ابراہیمؑ کی حضرت مطیعہ دلکش اپنی اپنی
معجزات میاؑ	حضرت میاؑ میا اسلام کوچھ افسوس اور سیڑھات	حضرت میاؑ میا اسلام کوچھ افسوس اور سیڑھات
معراجِ رسولؑ	اعزیز میں اللہ طیر دسم کی عمران کا افسوس	اعزیز میں اللہ طیر دسم کی عمران کا افسوس
صہبہ الریوبؑ	حضرت یوبؑ طیر دسم کے بزرگ بیسی چنان	حضرت یوبؑ طیر دسم کے بزرگ بیسی چنان
ظوفہ نوچؑ	شیر بولیہ حضرت نوچ طیر دسم کا دلپت مٹاہیں	شیر بولیہ حضرت نوچ طیر دسم کا دلپت مٹاہیں
قصہ یونسؑ	شیر بولیہ حضرت یونس طیر دسم کا دلپت مٹاہیں	شیر بولیہ حضرت یونس طیر دسم کا دلپت مٹاہیں
قصہ چوچیںؑ	حضرت چوچیں چوچسہ کا دلپت مٹاہیں	حضرت چوچیں چوچسہ کا دلپت مٹاہیں
قصہ اصحابِ کفت	اللہ خداوند کا افسوس کیون کوہ میں کافر نہیں ہے	اللہ خداوند کا افسوس کیون کوہ میں کافر نہیں ہے
موت کامشتر	خدا اور اس کی بنت الدبریت اسکی ایام	خدا اور اس کی بنت الدبریت اسکی ایام
پستان اولیا راول	دینا، اللہ رکنیوں تینوں کے دلپت مالات	دینا، اللہ رکنیوں تینوں کے دلپت مالات
روزِ محشر	یہاں مطریت و دریت مٹاہیں کتاب لا افسوس	یہاں مطریت و دریت مٹاہیں کتاب لا افسوس
شہادت حستینؑ	حضرت حستین و حسن رضی اللہ عنہیں کے مالات	حضرت حستین و حسن رضی اللہ عنہیں کے مالات
مشقِ ائمیں	اللہ تعالیٰ سے مشق کے دلپت مٹاہیں کے مالات	اللہ تعالیٰ سے مشق کے دلپت مٹاہیں کے مالات
نیکی پیدی	نیک و بدی کے شغل دلپت کتاب	نیک و بدی کے شغل دلپت کتاب
آنحضرت کے تین سو معجزاتؑ	آنحضرت کے تین سو معجزاتؑ	آنحضرت کے تین سو معجزاتؑ
صلان ہاتھیاں	ایران اسلام کے شہریہ ممالک	ایران اسلام کے شہریہ ممالک
ایران کے شہریہ ممالک		ایران کے شہریہ ممالک
کارا لاشاشت		کارا لاشاشت اور ایزار کراچی ٹون
۲۱۳۶۹۹۰		۲۱۳۶۹۹۰